عدتِ طلاق اور وفات کے مسائل

Hijri Calendar

SUN	MON	TUE	WED	THU	FRI	SAT
31 20 ھ	1 21 ھ	2 22 ھ	3 23 ھ	4 24 ھ	5 25 ھ	6 26 ھ
7 27 ھ	8 28 ھ	9 29 ھ	10 30 ھ	11 1 ھ	12 2 ھ	13 3 ھ
14 4 ھ	15 5 ھ	16 6 ھ	17 7 ھ	18 8 ھ	19 9 ھ	20 10 ھ
21 11 ھ	22 12 ھ	23 13 ھ	24 14 ھ	25 15 ھ	26 16 ھ	27 17 ھ

تین طلاق کے بعد کیے جانے والے نکاح کی عدت کہاں گزارے؟

مجیب: مولانا محمد شفیق عطاری مدنی

فتوی نمبر: WAT-1993

تاریخ اجراء: 28صفر المظفر1445ھ /15ستمبر2023ء

دارالافتاء اہلسنت
(دعوت اسلامی)

سوال

تین طلاق کی عدت کے بعد دوسرے شوہر سے نکاح و حلالہ اور پھر اس سے طلاق کی عدت اس دوسرے شوہر ہی کے گھر میں گزارنی ہوگی؟ یا اپنے میکے یا کسی اور جگہ بھی عدت گزار سکتی ہے؟

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اَلْجَوَابُ بِعَوْنِ الْمَلِکِ الْوَھَّابِ اَللّٰھُمَّ ھِدَایَۃَ الْحَقِّ وَالصَّوَابِ

پہلے یہ سمجھ لیں کہ شرعی طور پر حلالے کے بعد طلاق کی عدت کے احکام وہی ہیں، جو عام نکاح کے بعد طلاق کی عدت کے احکام ہیں، لہٰذا پوچھی گئی صورت میں حلالے کے بعد طلاق کی عدت بھی دوسرے شوہر ہی کے گھر میں گزارنی واجب ہے، جہاں وہ اس بیوی کو نکاح کے بعد رخصت کر کے لے گیا ہو اور حلالے کے بعد طلاق دی ہو اور شوہر پر بھی لازم ہے کہ اسے اپنے گھر ہی میں عدت گزارنے دے، لیکن اگر وہ اپنے گھر میں عدت گزارنے نہ دے، تو اس پر لازم ہوگا کہ عورت کو عدت گزارنے کے لیے کوئی دوسرا گھر لے کر دے، جس میں وہ اپنی عدت مکمل کرے اور اگر گھر کرائے پر لینا پڑے، تو عدت مکمل ہونے تک اس کا کرایہ بھی اسی دوسرے شوہر پر لازم ہوگا۔ نیز شوہر کی طرف سے رہائش (کسی جگہ رہنے) کا بندوبست ہو جانے کی صورت میں عورت پر لازم ہوگا کہ فوراً وہاں چلی جائے اور اپنی عدت وہیں مکمل کرے، اس کی بجائے عدت میں وہ اپنے میکے یا کسی دوسری جگہ نہیں رہ سکتی۔ البتہ اگر شوہر اسے عدت گزارنے کے لیے کوئی بھی مکان نہ دے، تو وہ گنہگار ہوگا اور صرف اس صورت میں عورت کو اجازت ہوگی کہ وہ عدت اپنے میکے میں یا اپنے کسی محرم رشتہ دار مثلاً بھائی کے گھر میں گزارے، اس کے علاوہ عدت گزارنے کے لیے پہلے شوہر کے گھر میں رہنے کی اجازت نہیں ہے۔

اس کی وجہ یہ ہے کہ عورت پر طلاق یا وفات کی عدت اس گھر میں گزرانی واجب ہوتی ہے، جو اسے اس کے شوہر نے طلاق یا اپنی وفات سے پہلے رہنے کے لیے دیا ہوا ہو اور وہ شوہر کے ساتھ اس گھر میں رہتی ہو، چاہے وہ شوہر کا اپنا

گھر ہو یا اس کے علاوہ کوئی دوسرا گھر ہو، وہ عدت گزارنے کے لیے اس گھر کے علاوہ دوسری جگہ نہیں رہ سکتی۔ البتہ اگر شوہر اس مکان میں نہ رہنے دے، تو اس پر لازم ہوتا ہے کہ عورت کو عدت گزارنے کے لیے دوسرا مکان دے، چاہے دوسرا مکان کرائے پر لینا پڑے اور عدت مکمل ہونے تک مکان کا کرایہ بھی شوہر ہی پر لازم ہو گا۔

وَاللّٰهُ اَعْلَمُ عَزَّوَجَلَّ وَرَسُوْلُه اَعْلَم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

دوران عدت نوکری کے لیے گھر سے نکلنا

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلے کے بارے میں کہ ہندہ کو اس کے شوہر نے تین طلاقیں دے کر اپنے گھر سے نکال دیا ہے اور وہ اپنے والد کے گھر عدت گزار رہی ہے، دریافت طلب امر یہ ہے کہ کیا ہندہ عدت میں نوکری کرنے کے لیے جا سکتی ہے؟ جبکہ ہندہ کا والد اس کا خرچہ برداشت کر رہا ہے۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الجواب بعون الملک الوھاب اللھم ھدایۃ الحق والصواب

شرعی قوانین کی رو سے عورت کو طلاق سے قبل جس مکان میں شوہر نے رہائش دی ہو، اسی میں عدت گزارنا واجب اور بغیر ضرورت شرعیہ اس گھر سے نکلنا حرام ہے، نیز عدت کے ختم ہونے تک سکونت اور نفقہ شوہر کے ذمے لازم ہے اور اگر کسی ضرورت شرعی کی وجہ سے وہ عورت دوسرے مکان میں منتقل ہو جائے، تو عدت کے معاملے میں اس مکان کے بھی وہی احکام ہوتے ہیں، جو پہلے مکان کے تھے۔ بیان کی گئی صورت میں ہندہ پر اولاً شوہر کے گھر میں ہی عدت گزارنا لازم تھا، لیکن جب اسے شوہر نے گھر سے نکال دیا اور یہ اپنے والد کے گھر منتقل ہو گئی، تو اب والد کے گھر کا عدت کے معاملے میں وہی حکم ہے جو شوہر کے گھر کا تھا یعنی بغیر ضرورت شرعیہ اس گھر سے نکلنا جائز نہیں اور جب ہندہ کا والد اس کا خرچہ اٹھا رہا ہے، تو اس کا نوکری کے لیے گھر سے نکلنا ضرورت شرعیہ نہیں ہے، لہذا ہندہ کا عدت کے دوران نوکری کے لیے جانا، جائز نہیں ہے۔

اللہ تعالی قرآن پاک میں ارشاد فرماتا ہے﴿ لَا تُخۡرِجُوۡهُنَّ مِنۡ بُيُوۡتِهِنَّ وَلَا يَخۡرُجۡنَ﴾ترجمہ:”عدت میں انہیں ان کے گھروں سے نہ نکالو اور نہ وہ آپ نکلیں۔“ (پارہ28، سورۃ الطلاق، آیت1)

اس آیت مبارکہ کی تفسیر میں فقیہ ابو اللیث سمرقندی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:”وَلا یَخۡرُجۡنَ یعنی: لیس لھن أن یخرجن من البیوت“ترجمہ: اور وہ خود نہ نکلیں یعنی عدت والی عورتوں کے لیے جائز نہیں کہ وہ گھروں سے نکلیں۔ (تفسیر سمرقندی، سورۃ الطلاق، آیت1، جلد3، صفحہ460، مطبوعہ خدمۃ مقارنۃ التفاسیر)

فتاوی عالمگیری میں ہے: ”علی المعتدۃ ان تعتد فی المنزل الذی یضاف الیھا بالسکنی حال وقوع الفرقۃ والموت“ ترجمہ: عدت والی پر لازم ہے کہ وہ اس مکان میں عدت گزارے جس میں جدائی اور موت کے وقت سکونت پذیر تھی۔ (فتاوی عالمگیری، جلد1، صفحہ535، مطبوعہ کوئٹہ)

درمختار میں ہے: ”تعتدان أی: معتدۃ طلاق و موت فی بیت وجبت فیہ و لا تخرجان منہ الا أن تخرج أو ینھدم المنزل أو تخاف انھدامہ أو تلف مالھا أو لا تجد کراء البیت و نحو ذلک من الضرورات فتخرج لأقرب موضع الیہ“ یعنی موت اور طلاق کی عدت والی عورتیں اسی مکان میں عدت گزاریں جس میں عدّت واجب ہوئی ہو، اور وہاں سے نہ نکلیں سوائے یہ کہ ان کو زبردستی نکالا جائے یا وہ مکان گر جائے یا گرنے کا خطرہ ہو یا مال کے ضائع ہو جانے کا خطرہ ہو یا مکان کرایہ پر ہو اور عورت کرایہ نہ دے پائے، اور دیگر ایسی ضروریات کی وجہ سے مجبور ہو، تو قریب ترین مکان میں منتقل ہو جائے۔

(ردالمحتار علی الدر المختار، جلد5، صفحہ229، مطبوعہ کوئٹہ)

فتاوی ہندیہ میں ہے: ”المعتدۃ عن الطلاق تستحق النفقۃ والسکنی کان الطلاق رجعیا أو بائنا، أو ثلاثا حاملا کانت المرأۃ، أو لم تکن کذا فی فتاوی قاضي خان“ ترجمہ: طلاق کی معتدہ نفقہ اور رہائش کی مستحق ہے، چاہے طلاق رجعی ہو یا بائنہ ہو یا تین طلاقیں ہوں، وہ حاملہ ہو یا نہ ہو۔ فتاوی قاضی خان میں ایسے ہی ہے۔ (فتاوی ہندیہ، جلد1، صفحہ557، دار الفکر، بیروت)

بہار شریعت میں ہے: ”جس مکان میں عدت گزارنا واجب ہے، اُس کو چھوڑ نہیں سکتی، مگر اُس وقت کہ اسے کوئی نکال دے، مثلاً: طلاق کی عدت میں شوہر نے گھر میں سے اس کو نکال دیا، یا کرایہ کا مکان ہے اور عدت عدتِ وفات ہے، مالک مکان کہتا ہے کہ کرایہ دے یا مکان خالی کر اور اس کے پاس کرایہ نہیں یا وہ مکان شوہر کا ہے، مگر اس کے حصہ میں جتنا پہنچا وہ قابل سکونت نہیں اور ورثہ اپنے حصہ میں اسے رہنے نہیں دیتے یا کرایہ مانگتے ہیں اور پاس کرایہ نہیں یا مکان ڈھ رہا ہو یا ڈھنے کا خوف ہو یا چوروں کا خوف ہو، مال تلف ہو جانے کا اندیشہ ہے یا آبادی کے کنارے مکان ہے اور مال وغیرہ کا اندیشہ ہے، تو ان صورتوں میں مکان بدل سکتی ہے۔“

(بہار شریعت، جلد2، حصہ8، صفحہ246، 245، مکتبۃ المدینہ، کراچی)

اگر کسی عذر کی وجہ سے معتدہ عورت دوسرے مکان میں منتقل ہو جائے، تو عدت کے معاملے میں اس کے بھی وہی احکام ہوتے ہیں جو پہلے مکان کے تھے، جیسا کہ بدائع الصنائع میں ہے:" وإذا انتقلت لعذر يكون سكناها في البيت الذي انتقلت إليه بمنزلة كونها في المنزل الذي انتقلت منه في حرمة الخروج عنه؛ لأن الانتقال من الأول إليه كان لعذر فصار المنزل الذي انتقلت إليه كأنه منزلها من الأصل فلزمها المقام فيه حتى تنقضي العدة" ترجمہ: اگر عورت کسی عذر کی وجہ سے دوسرے مکان میں منتقل ہو گئی، تو باہر نکلنے کی حرمت میں یہ مکان پہلے مکان کی طرح ہے، کیونکہ پہلے مکان سے منتقل ہونا عذر کی وجہ سے تھا، لہذا یہ مکان اس کے لیے اصل مکان کے قائم مقام ہو جائے گا اور عدت کے مکمل ہونے تک اسی مکان میں رہنا لازم ہو گا۔

(بدائع الصنائع، جلد3، صفحہ206، دار الکتب العلمیہ، بیروت)

بہار شریعت میں ہے:" موت یا فرقت کے وقت جس مکان میں عورت کی سکونت تھی اُسی مکان میں عدت پوری کرے اور یہ جو کہا گیا ہے کہ گھر سے باہر نہیں جا سکتی اس سے مراد یہی گھر ہے اور اس گھر کو چھوڑ کر دوسرے مکان میں بھی سکونت نہیں کر سکتی، مگر بضرورت اور ضرورت کی صورتیں ہم آگے لکھیں گے۔ آج کل معمولی باتوں کو جس کی کچھ حاجت نہ ہو، محض طبیعت کی خواہش کو ضرورت بولا کرتے ہیں، وہ یہاں مراد نہیں بلکہ ضرورت وہ ہے کہ اُس کے بغیر چارہ نہ ہو۔" (بہار شریعت، جلد2، حصہ8، صفحہ245، مکتبۃ المدینہ کراچی)

واللہ اعلم عزوجل **ورسولہ اعلم** صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم

کتبہ

مفتی ابو الحسن محمد ہاشم خان عطاری

14 شعبان المعظم 1442ھ/29 مارچ 2021ء

عدت میں کیے جانے والے نکاح کا حکم

فتوی نمبر: WAT-812

تاریخ اجراء: 16 شوال المکرم 1443ھ/18 مئی 2022ء

دارالافتاء اہلسنت

(دعوت اسلامی)

سوال

عدت میں نکاح کرنا حرام ہے تو اگر کسی نے نکاح کر لیا تو کیا نکاح ہو جائے گا؟

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اَلْجَوَابُ بِعَوْنِ الْمَلِكِ الْوَهَّابِ اَللّٰهُمَّ هِدَايَةَ الْحَقِّ وَالصَّوَابِ

عدت میں نکاح کرنا سخت ناجائز و حرام اور جہنم میں لے جانے والا کام ہے بلکہ عدت میں تو نکاح کا پیغام دینا حرام و گناہ ہے۔ اگر کسی نے عدت میں نکاح کیا تو اس کے متعلق تفصیل یہ ہے کہ:

اگر مرد کو نکاح کے وقت عورت کا عدت میں ہونا معلوم تھا تو یہ نکاح باطل ہوا یہاں تک کہ اگر میاں بیوی والے معاملات یعنی ہمبستری بھی ہوئی تو یہ زنا ہوا اور اس دوسرے نکاح کی کوئی عدت نہیں، اور اس میں متارکہ کی بھی ضرورت نہیں فوراً ایک دوسرے سے جدا ہو جائیں اور پہلے شوہر کی اگر ابھی عدت باقی ہے تو عورت اسے گزار کر اس دوسرے سے یا کسی اور سے نکاح کر سکے گی اور اگر پہلے شوہر کی عدت ختم ہو گئی ہے تو فوراً اس دوسرے سے یا کسی اور سے نکاح کر سکتی ہے۔

اور اگر عدت میں ہونا معلوم نہیں تھا تو یہ نکاح فاسد ہوا، اس صورت میں اگر ہمبستری نہیں ہوئی تو اس صورت میں بھی دوسرے نکاح کی کوئی عدت نہیں اور متارکہ ضروری ہے، خواہ دوسرے کی موجودگی میں کرے یا غیر موجودگی میں (یعنی شوہر کا عورت کے متعلق کہنا کہ میں نے تجھے یا اسے چھوڑ دیا، یا عورت کا مرد کے متعلق کہنا کہ میں تجھ سے یا اس سے جدا ہو گئی۔) اور متارکہ کے بعد وہی احکام ہوں گے جو اوپر مذکور ہوئے کہ پہلے شوہر کی اگر ابھی عدت باقی ہے تو اسے گزار کر عورت اس دوسرے سے یا کسی اور سے نکاح کر سکے گی اور اگر پہلے شوہر کی عدت ختم ہو گئی ہے تو فوراً اس دوسرے سے یا کسی اور سے نکاح کر سکتی ہے۔

اور اگر ہمبستری ہوئی تھی تو آگے کسی اور سے نکاح کے لیے عدت لازم ہو گی اور اس صورت میں بھی متارکہ ضروری ہو گا، خواہ دوسرے کی موجودگی میں کرے یا غیر موجودگی میں (یعنی شوہر کا عورت کے متعلق کہنا کہ میں نے تجھے یا

اسے چھوڑ دیا، یا عورت کا مرد کے متعلق کہنا کہ میں تجھ سے یا اس سے جدا ہو گئی۔) اور اس کے بعد عورت عدت گزار کر آگے کسی اور سے نکاح کر سکے گی۔

اور اس صورت میں اگر اس دوسرے کے ساتھ ہی نکاح کرنا چاہے کہ جس کے ساتھ نکاح فاسد ہوا تھا تو اگر پہلے شوہر کی عدت باقی ہے تو متارکہ کے بعد وہ عدت گزار کر اس سے نکاح کر سکتی ہے اور اگر پہلے شوہر کی عدت ختم ہو گئی تو ابھی فوراً اس سے نکاح کر سکتی ہے۔

در مختار میں نکاح فاسد کی تعریف کرتے ہوئے فرمایا: "وهو الذي فقد شرطا من شرائط الصحة كشهود" ترجمہ: اور یہ وہ نکاح ہے، جس میں صحت نکاح کی شرائط میں سے کوئی شرط مفقود ہو مثلاً گواہوں کا ہونا۔

اس کے تحت ردالمحتار میں ہے "ومثله۔۔۔نكاح المعتدة۔۔۔بحر۔۔۔۔أما نكاح منكوحة الغير ومعتدته فالدخول فيه لا يوجب العدة إن علم أنها للغير لأنه لم يقل أحد بجوازه فلم ينعقد أصلا۔۔۔۔اه۔۔۔۔ وعلى هذا فيقيد قول البحر هنا ونكاح المعتدة بما إذا لم يعلم بأنها معتدة" ترجمہ: اور ایسے ہی معتدہ کا نکاح بھی نکاح فاسد ہے، یہ مسئلہ بحر میں مذکور ہے۔ بہر حال دوسرے کی منکوحہ اور اس کی معتدہ سے نکاح کر کے دخول کیا تو اس سے عدت لازم نہیں ہو گی اگر اسے معلوم ہو کہ یہ دوسرے کی ہے کیونکہ کسی نے بھی اس کے جواز کا قول نہیں کیا تو یہ سرے سے منعقد ہی نہیں ہوا۔ اور اس بنا پر بحر کا جو مسئلہ ہے کہ معتدہ کا نکاح فاسد ہے اسے اس صورت کے ساتھ مقید کیا جائے گا جبکہ اسے معتدہ ہونا معلوم نہ ہو۔ (الدر المختار مع ردالمحتار، کتاب النکاح، ج04، ص266، دار المعرفة، بیروت)

در مختار میں نکاح فاسد کا حکم بیان کرتے ہوئے فرمایا: "(و) يثبت (لكل واحد منهما فسخه ولو بغير محضر عن صاحبه دخل بها أو لا) في الأصح" ترجمہ: اور مرد و عورت میں سے ہر ایک کو فاسد نکاح ختم کرنے کا اختیار ہوتا ہے اگرچہ دوسرے کی غیر موجودگی میں کرے، عورت کے ساتھ دخول ہوا ہو یا نہ ہوا، اصح قول کے مطابق۔

فتاوی رضویہ میں ہے "اگر بکر نے یہ جان بوجھ کر کہ ابھی عورت عدت میں ہے اس سے نکاح کر لیا تھا جب تو وہ نکاح نکاح ہی نہ ہوا زنا ہوا، تو اس کے لئے اصلاً عدت نہیں اگرچہ بکر نے صدہا بار عورت سے جماع کیا ہو کہ زنا کا پانی شرع میں کچھ عزت و وقعت نہیں رکھتا عورت کو اختیار ہے جب چاہے نکاح کر لے۔ اور اگر بکر نے انجانی میں نکاح کیا

تو یہ دیکھیں گے کہ اس چار برس میں اس نے عورت سے کبھی جماع کیا ہے یا نہیں، اگر کبھی نہ کیا تو بھی عدت نہیں، بکر کے چھوڑتے ہی فوراً جس سے چاہے نکاح کرلے، اور جو ایک بار بھی جماع کرچکا ہے تو جس دن بکر نے چھوڑا اس دن سے عورت پر عدت واجب ہوئی جب تک اس کی عدت سے نہ نکلے دوسرے سے نکاح نہیں کرسکتی، اور عدت طلاق کی چار مہینے دس دن نہیں یہ عدت موت کی ہے، طلاق کی عدت تین حیض کامل ہیں یعنی بعد طلاق کے ایک نیا حیض آئے، پھر دوسرا، پھر تیسرا، جب یہ تیسرا ختم ہوگا اس وقت عدت سے نکلے گی اور اسے جس سے چاہے نکاح کرنا روا ہوگا (فتاوی رضویہ، ج 13، ص 303، 302، رضافاؤنڈیشن، لاہور)

فتاوی رضویہ میں ہے "اگر اس دوسرے شخص کو وقت نکاح معلوم تھا کہ عورت ہنوز عدت میں ہے یہ جان کر اس سے نکاح کرلیا جب تو وہ زنائے محض تھا عدت کی کچھ حاجت نہیں نہ طلاق کی ضرورت بلکہ ابھی جس سے چاہے نکاح کرے جبکہ شوہر اول کی عدت گزر چکی ہو اور اگر اسے عورت کا عدت میں ہونا معلوم نہ تھا تو طلاق کی اب حاجت نہیں مگر متارکہ ضرور ہے یعنی شوہر کا عورت سے کہنا کہ میں نے تجھے چھوڑ دیا یا عورت کا اس سے کہہ دینا کہ میں تجھ سے جدا ہوگئی، اس کے بعد عدت بیٹھے عدت کے بعد جس سے چاہے نکاح کرے۔" (فتاوی رضویہ، ج 11، ص 423، رضافاؤنڈیشن، لاہور)

وَاللّٰہُ اَعْلَمُ عَزَّوَجَلَّ وَرَسُوْلُہ اَعْلَم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

کتبہ

المتخصص فی الفقہ الاسلامی

محمد عرفان مدنی عطاری

کیا خلع کی عدت میں بھی شوہر پر نفقہ لازم ہوگا؟

مجیب: ابو محمد مفتی علی اصغر عطاری مدنی

فتوی نمبر: Nor-13151

تاریخ اجراء: 14 جمادی الاولیٰ 1445ھ/29 نومبر 2023ء

دارالافتاء اہلسنت

(دعوت اسلامی)

سوال

کیا فرماتے ہیں علمائے کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ کیا خلع کی عدت میں بھی شوہر پر عورت کا نفقہ لازم ہوگا؟

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اَلْجَوَابُ بِعَوْنِ الْمَلِكِ الْوَهَّابِ اَللّٰهُمَّ هِدَايَةَ الْحَقِّ وَ الصَّوَابِ

جی ہاں! عورت اگر خلع کی عدت شوہر کے گھر پر ہی گزارے تو دورانِ عدت اُس کا نفقہ بلاشبہ شوہر کے ذمے پر لازم ہوگا، لیکن بد قسمتی سے ہمارے معاشرے میں طلاق و خلع کے واقعات میں شدید لڑائی جھگڑا ہوتا ہے اور عورت میکے چلی جاتی ہے۔ حالانکہ زندگی کے اس موڑ کو بھی احسن انداز سے انجام دیا جاسکتا ہے اور اسی کی ترغیب دی گئی ہے۔

جیسا کہ اللہ تعالیٰ قرآن پاک میں ارشاد فرماتا ہے: "فَاِمْسَاكٌۢ بِمَعْرُوْفٍ اَوْ تَسْرِیْحٌۢ بِاِحْسَانٍ ؕ" ترجمہ کنزالایمان: "پھر بھلائی کے ساتھ روک لینا ہے یا نکوئی (اچھے سلوک) کے ساتھ چھوڑ دینا ہے۔" (القرآن الکریم: پارہ 02، سورۃ البقرۃ، آیت 229)

اصل تو یہی ہے کہ عورت خلع یا طلاق کی عدت شوہر کے گھر میں شریعت مطہرہ کی تعلیمات کے مطابق گزارے اور شوہر اس دوران اِسے نان و نفقہ کی سہولت اور طلاقِ بائن و خلع کی عدت میں مکمل پردے کی سہولت بھی فراہم کرے۔ ہاں! عورت اگر اپنی مرضی سے چلی جاتی ہے اور عدت شوہر کے گھر نہیں گزارتی تو نفقہ کی مستحق نہیں ہوگی۔ لہذا شوہر کے گھر میں بلا اجازتِ شرعی عدت نہ گزارنے کی صورت میں شوہر پر عدت کا خرچہ بھی لازم نہیں ہوگا۔

البتہ اتنا ضرور ہے کہ خلع کے معاہدے میں ہی اگر یہ بات طے ہو جائے کہ عورت عدت کا نفقہ وصول نہیں کرے گی، تو اس صورت میں بلاشبہ خلع کا نفقہ ساقط ہو جائے گا اور عورت کو مطالبے کا حق حاصل نہیں ہوگا، مگر عدت اس صورت میں بھی شوہر کے گھر گزارنا ہوگی۔ لیکن طلاق میں ایسا ممکن نہیں کہ عورت آئندہ لازم ہونے والے نفقے کو قبل از وقت معاف نہیں کر سکتی، البتہ فقہائے کرام نے اس حکم سے خلع کا استثناء فرمایا ہے۔

عدت سے متعلق ارشادِ باری تعالیٰ ہے: لَا تُخْرِجُوْهُنَّ مِنْۢ بُيُوْتِهِنَّ وَلَا يَخْرُجْنَ ترجمہ کنزالایمان: ''عدت میں انہیں ان کے گھروں سے نہ نکالو اور نہ وہ آپ نکلیں۔'' (القرآن الکریم، پارہ 28، سورۃ الطلاق، آیت:01)

خلع کی عدت میں بھی نفقہ لازم ہوگا۔ جیسا کہ فتاویٰ شامی میں ہے: "فإن الخلع سبب لوجوب نفقة العدة۔" یعنی خلع، عدت کا نفقہ واجب ہونے کا سبب ہے۔ (ردالمحتار مع الدر المختار، کتاب الطلاق، باب النفقۃ، ج 03، ص 453، مطبوعہ بیروت)

عدت کا نفقہ اُسی وقت واجب ہوتا ہے جب معتدہ شوہر کے گھر میں رہے، ورنہ نہیں۔ جیسا کہ بدائع الصنائع، بحر الرائق وغیرہ کتبِ فقہیہ میں ہے: "والنظم للبحر" المعتدة اذا خرجت من بيت العدة تسقط نفقتها ما دامت على النشوز، فان عادت الى بيت الزوج كان لها النفقة والسكنى "یعنی عدت والی عورت اگر عدت والے گھر سے نکل جائے، تو جب تک وہ نافرمانی پر قائم رہے تب تک اس کا نفقہ ساقط ہو جائے گا۔ ہاں! اگر وہ شوہر کے گھر لوٹ آتی ہے تو وہ نفقہ اور رہائش کی مستحق ہوگی۔ (البحر الرائق، کتاب الطلاق، باب النفقۃ، ج 04، ص 217، مطبوعہ بیروت)

بہار شریعت میں ہے: ''اگر بعدِ طلاق شوہر کے گھر میں رہی اور باہر جانا چھوڑ دیا تو (نفقہ) پائے گی۔'' (بہار شریعت، ج 02، ص 263، مکتبۃ المدینہ، کراچی)

آئندہ زمانے کا نفقہ معاف نہیں ہو سکتا، مگر خلع میں عورت اگر عدت کا نفقہ ساقط کر دے تو وہ ضرور ساقط ہو جائے گا۔ جیسا کہ درِ مختار میں ہے: "قالوا: الابراء قبل الفرض باطل وبعده يصح مما مضى "یعنی فقہائے کرام نے فرمایا ہے کہ لازم ہونے سے پہلے معاف کر دینا باطل ہے اور لازم ہونے کے بعد سابقہ دین معاف کرنا درست ہے۔

اس کے تحت ردالمحتار میں ہے: "يستثنى من ذلك ما لو خالعها على ان تبرئه من نفقة العدة كما قدمناه في بابه، لانه ابراء بعوض وهو استيفاء قبل الوجوب فيجوز، اما الاول فهو اسقاط الشئى قبل وجوبه فلا يجوز، كما في الفتح۔ "یعنی اس سے وہ صورت مستثنیٰ ہے کہ عورت نے اسی شرط پر خلع کیا کہ وہ مرد کو عدت کے نفقہ سے بری کر دے (تو اب عدت کا نفقہ ساقط ہو جائے گا) جیسا کہ ہم نے اسے خلع کے باب میں پہلے ذکر کیا ہے، کیونکہ یہ عوض کے بدلے میں معافی دینا ہے اور یہ نفقہ واجب ہونے سے پہلے اپنے حق کو وصول کرنا ہے، لہذا یہ جائز ہے۔ بہر حال (خلع کے علاوہ) پہلی صورت میں واجب ہونے سے پہلے ہی کسی چیز کو ساقط کرنا ہے اور یہ جائز نہیں، جیسا کہ فتح القدیر میں مذکور ہے۔ (ردالمحتار مع الدر المختار، کتاب الطلاق، باب النفقۃ، ج 03، ص 586، مطبوعہ بیروت)

ایک دوسرے مقام پر علامہ شامی علیہ الرحمہ نقل فرماتے ہیں: "وفی المجتبی نفقة العدة کنفقة النکاح وفی الذخیرة وتسقط بالنشوز وتعود بالعود، وأطلق فشمل الحامل وغیرها والبائن بثلاث أو أقل کما في الخانیة، ویستثنی ما **لو خالعها علی أن لا نفقة لها ولا سکنی فلها السکنی دون النفقة**" یعنی مجتبیٰ میں ہے کہ عدت کا نفقہ نکاح کے نفقہ کی طرح ہے، اور ذخیرہ میں ہے کہ نشوز کے سبب نفقہ ساقط ہو جاتا ہے ہاں اگر زوجہ لوٹ آئے تو نفقہ بھی لوٹ آئے گا۔ یہاں نفقہ کا مطلق بیان ہوا ہے لہذا یہ حکم حاملہ اور غیر حاملہ عورت، تین طلاق والی بائنہ عورت یا اس سے کم طلاق والی عورت، سب کو شامل ہے، جیسا کہ خانیہ میں مذکور ہے۔ مگر اس سے وہ عورت مستثنیٰ ہے کہ جو اس شرط پر خلع کرے کہ اس کے لیے نفقہ اور رہائش نہیں ہے، تو اس کے لیے رہائش تو ہو گی مگر نفقہ نہیں ہو گا۔ (رد المحتار مع الدر المختار، کتاب الطلاق، باب النفقة، ج 03، ص 609، مطبوعہ بیروت)

الجوہرۃ النیرۃ میں ہے: "إن خالعها علی نفقة عدتها صح الخلع وسقطت عنه النفقة۔" یعنی عورت نے اگر اس شرط پر خلع کیا کہ وہ عدت کا نفقہ وصول نہیں کرے گی، تو یہ خلع درست ہے اور شوہر سے اُس کا نفقہ ساقط ہو جائے گا۔ (الجوہرۃ النیرۃ، کتاب الخلع، ج 02، ص 61، المطبعة الخیریة)

خلع میں نفقہ لازم ہونے سے متعلق بہار شریعت میں ہے: "**خلع میں نفقہ ہے**، ہاں اگر خلع اس شرط پر ہوا کہ عورت نفقہ و سکنٰے معاف کرے تو نفقہ اب نہیں پائے گی مگر سکنٰے سے شوہر اب بھی بَری نہیں کہ عورت اس کو معاف کرنے کا اختیار نہیں رکھتی۔" (بہار شریعت، ج 02، ص 264، مکتبۃ المدینہ، کراچی)

عورت خلع کا نفقہ ساقط کر دے تو ساقط ہونے سے متعلق بہارِ شریعت میں ہے: "اُس سال کا جو ابھی نہیں آیا (نفقہ) معاف نہیں کر سکتی۔۔۔۔۔ ہاں اگر اس شرط پر خلع ہوا کہ عورت عدت کا نفقہ معاف کر دے تو یہ معاف ہو جائیگا۔" (بہار شریعت، ج 02، ص 268، مکتبۃ المدینہ، کراچی، ملتقطاً)

ایک دوسرے مقام پر صدر الشریعہ علیہ الرحمہ نقل فرماتے ہیں: "نکاح کی وجہ سے جتنے حقوق ایک کے دوسرے پر تھے وہ خلع سے ساقط ہو جاتے ہیں اور جو حقوق کہ نکاح سے علاوہ ہیں وہ ساقط نہ ہوں گے۔ عدت کا نفقہ اگرچہ نکاح کے حقوق سے ہے مگر یہ ساقط نہ ہو گا ہاں اگر اس کے ساقط ہونے کی شرط کر دی گئی تو یہ بھی ساقط ہو جائیگا۔" (بہار شریعت، ج 02، ص 196-195، مکتبۃ المدینہ، کراچی)

وَاللہُ اَعْلَمُ عَزَّوَجَلَّ وَرَسُوْلُہ اَعْلَم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

کیا نامرد کی عورت پر بھی طلاق کی عدت لازم ہوگی؟

مجیب: ابو محمد مفتی علی اصغر عطاری مدنی

فتوی نمبر: Nor-13190

تاریخ اجراء: 08 جمادی الثانی 1445 ھ / 22 دسمبر 2023 ء

دارالافتاء اہلسنت

(دعوت اسلامی)

سوال

کیا فرماتے ہیں علمائے کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ جو شخص بیوی کے ساتھ رہتا ہو مگر حقِ زوجیت ادا کرنے پر قدرت نہ رکھتا ہو۔ پھر شادی کے چار سال بعد وہ اپنی بیوی کو تین طلاق دے دے، تو کیا اس کی عورت پر بھی طلاق کی عدت لازم ہو گی؟

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اَلْجَوَابُ بِعَوْنِ الْمَلِكِ الْوَهَّابِ اَللّٰهُمَّ هِدَايَةَ الْحَقِّ وَ الصَّوَابِ

جی ہاں! پوچھی گئی صورت میں اُس عورت پر طلاق کی عدت لازم ہو گی۔

نامرد کی بیوی پر طلاق کی عدت لازم ہونے سے متعلق تنویر الابصار مع الدر المختار میں ہے: "(ولو وجدته عنينًا) هو من لا يصل إلى النساء لمرض أو كبر، أو سحر۔۔۔ (فإن وطئ) مرة فبها (وإلا بانت بالتفريق) من القاضي إن أبى طلاقها" ترجمہ: "عورت اگر شوہر کو نامرد پائے اور اس سے مراد وہ شخص ہے جو مرض، بڑھاپے یا جادو کے سبب عورت سے جماع کرنے پر قدرت نہ رکھتا ہو۔۔۔ اگر اُس نامرد نے ایک مرتبہ بھی اپنی عورت سے وطی کر لی ہو تو بہتر، ورنہ قاضی کی جانب سے تفریق کی صورت میں وہ عورت طلاقِ بائنہ والی شمار ہو گی جبکہ شوہر نے طلاق دینے سے انکار کیا ہو۔"

(وإلا بانت بالتفريق) کے تحت رد المحتار میں ہے: "لأنها فرقة قبل الدخول حقيقة، فكانت بائنة ولها كمال المهر وعليها العدة لوجود الخلوة الصحيحة، بحر" ترجمہ: "کیونکہ یہ جدائی حقیقۃً دخول سے پہلے ہے، لہذا اس عورت کو طلاقِ بائنہ واقع ہو گی اور اُس کے لیے پورا مہر ہو گا، نیز خلوتِ صحیحہ پائی جانے کی وجہ سے اُس عورت پر عدت بھی لازم ہو گی، "بحر"۔" (ردالمحتار مع الدر المختار، کتاب الطلاق، ج 05، ص 175-171، مطبوعہ کوئٹہ، ملتقطاً)

نامرد کی خلوت صحیح شمار ہو گی۔ جیسا کہ حاشیۃ الشلبی علی تبیین الحقائق میں ہے:"(قولہ: وعلیها العدة لوجود الخلوة الصحیحة) أي لأن خلوة العنين صحيحة إذ لا وقوف على حقيقة العنة لجواز أن يمتنع من الوطء اختيارا تعنتا فيدور الحكم على سلامة الآلة۔ اهـ۔ فتح۔"یعنی شارح کا یہ فرمانا کہ نامرد کی عورت پر خلوتِ صحیحہ پائی جانے کی وجہ سے عدت لازم ہو گی، کیونکہ نامرد کی خلوت صحیح ہوتی ہے، وجہ اس کی یہ ہے کہ نامرد ہونے کا حقیقی علم نہیں ہو سکتا، ممکن ہے مرد جان بوجھ کر جماع سے باز رہے۔ لہٰذا حکم آلہ تناسل کے سلامت رہنے پر دائر ہو گا۔ (حاشیۃ الشلبی علی تبیین الحقائق، کتاب الطلاق، ج 03، ص 23، مطبوعہ قاہرۃ)

عنایہ شرح الہدایہ میں ہے:"(ولها كمال المهر إن كان خلا بها لأن خلوة العنين صحيحة)۔۔۔۔(ويجب العدة) لتوهم الشغل احتياطا استحسانا۔"یعنی نامرد نے عورت سے خلوت کر لی ہو تو اُس کی عورت کو پورا مہر ملے گا کہ نامرد کی خلوت درست ہوتی ہے۔۔۔۔ ہاں اُس کی عورت پر استحساناً احتیاط کے طور پر عدت لازم ہو گی کیونکہ ممکن ہے کہ عورت کو حمل ٹھہر چکا ہو۔ (العنایۃ شرح الهدایۃ، کتاب الطلاق، ج 04، ص 300، دار الفکر، ملتقطاً)

سیدی اعلیٰ حضرت علیہ الرحمہ فتاوٰی رضویہ میں نامرد سے متعلق کیے گئے ایک سوال کے جواب میں ارشاد فرماتے ہیں:"جب اس طرح سال کامل گزر جائے اور زید (عنین) ہندہ پر قدرت نہ پائے تو اس وقت بطلب ہندہ زید و ہندہ میں تفریق کر دی جائے، **اب بعد عدت ہندہ کو اختیار نکاح ہو گا۔**" و کل ماذکرنا مفصل فی الدر المختار و رد المحتار و الفتاوی الخیریہ و غیرها من الکتب الفقهیة۔ (جو کچھ ہم نے ذکر کیا ہے، وہ مفصل طور پر در مختار، رد المحتار اور فتاوٰی خیریہ وغیرہ کتب میں موجود ہے)"۔" (فتاوٰی رضویہ، ج 11، ص 196، رضا فاونڈیشن، لاہور)

بہارِ شریعت میں ہے:"**شوہر کا عضو تناسل کٹا ہوا ہے یا انثیین نکال لیے گئے ہیں یا عنین (نامرد) ہے یا خنثیٰ ہے** اور اس کا مرد ہونا ظاہر ہو چکا **تو ان سب میں خلوتِ صحیحہ ہو جائے گی۔** خلوتِ صحیحہ کے بعد عورت کو طلاق دی تو مہر پورا واجب ہو گا، جبکہ نکاح بھی صحیح ہو۔۔۔۔۔ **خلوتِ صحیحہ کے یہ احکام بھی ہیں: طلاق دی تو عورت پر عدّت واجب، بلکہ عدّت میں نان و نفقہ اور رہنے کو مکان دینا بھی واجب ہے۔**" (بہارِ شریعت، ج 02، ص 70، مکتبۃ المدینہ، کراچی، ملتقطاً)

وَاللہُ اَعْلَمُ عَزَّوَجَلَّ وَرَسُوْلُہ اَعْلَم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

نکاح فاسد کو فسخ کرنے اور اس کی عدت وغیرہ کے احکامات

مجیب: مولانا محمد سعید عطاری مدنی

فتوی نمبر: WAT-2217

تاریخ اجراء: 03 جمادی الاول 1445ھ /18 نومبر 2023ء

دارالافتاء اہلسنت

(دعوت اسلامی)

سوال

بغیر گواہوں کے نکاح ہوا، پھر شوہر سے اس نکاح فاسدہ کو ختم کر دیا، اب عورت پر عدت لازم ہو گی یا نہیں؟ خواہ جسمانی تعلق قائم ہو یا نہیں، اور اس کے بعد دوبارہ اسی شخص سے نکاح کرنا کیسا ہے؟

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اَلْجَوَابُ بِعَوْنِ الْمَلِكِ الْوَهَّابِ اَللّٰهُمَّ هِدَايَةَ الْحَقِّ وَالصَّوَابِ

مسلمان مرد کا مسلمان عورت سے نکاح ہو تو اس نکاح کے منعقد ہونے کے لئے دو عاقل بالغ مسلمان مرد یا ایک عاقل بالغ مسلمان مرد اور دو عاقل بالغ مسلمان عورتوں کا گواہ ہونا شرط ہے، اور اگر ان گواہوں کی موجودگی کے بغیر نکاح کیا گیا تو نکاح فاسد ہو گا۔

نکاح فاسد کا حکم یہ ہے کہ:

اس میں مرد و عورت دونوں پر نکاح کو فسخ کرنا واجب ہے، اس میں یہ ضروری نہیں کہ دوسرے کے سامنے فسخ کرے، بلکہ اگر دوسرا موجود نہیں جب بھی فسخ کرنے سے فسخ ہو جائے گا، اس کا طریقہ یہ بھی ہے کہ:

مرد عورت کو اس طرح کے الفاظ کہے: میں نے اسے چھوڑا، یا چلی جا، یا نکاح کر لے وغیرہا۔ واضح رہے کہ لفظ طلاق سے بھی نکاح فسخ ہو جائے گا۔

نکاح فاسد میں عدت:

اب نکاح فسخ ہونے کے بعد عورت پر عدت اس وقت لازم ہے جبکہ نکاح فاسد کے بعد وطی (ہمبستری) ہوئی ہو۔ اس عدت کا شمار وقت متارکہ یا فسخ سے کیا جائے گا، اور اگر وطی نہیں ہوئی خواہ خلوت صحیحہ ہو گئی ہو، تو عدت لازم نہیں۔

نکاح فاسد میں مہر:

یہی معاملہ مہر کے لازم ہونے اور نہ ہونے کے متعلق بھی ہے کہ اگر وطی ہوگئی تو مہر مثل لازم ہے جبکہ مہر مثل کی مقدار مہر مسمی یعنی جسے عقد نکاح میں ذکر کیا، سے زائد نہ ہو، اور اگر زائد ہے تو پھر مہر مسمی دینا ہی لازم ہوگا، اور اگر وطی نہیں ہوئی تو کچھ بھی لازم نہیں۔

نکاح فاسد کے بعد اسی شخص سے شرائط کی موجودگی میں نکاح ہوسکتا ہے، اور نکاح صحیح کے بعد شوہر کو بدستور تین طلاقوں کا حق حاصل رہے گا۔

در مختار میں ہے "(و) شرط (حضور) شاهدين (حرين) أو حر وحرتين (مكلفين۔۔۔ مسلمين لنكاح مسلمة "ترجمہ: مسلمان عورت کے نکاح کے صحیح ہونے کے لئے دو مسلمان، مکلف آزاد مرد یا ایک مرد و دو عورتوں کا بطور گواہ ہونا شرط ہے۔ (در مختار، کتاب النکاح، ج 3، ص 23، 22، 21، دار الفکر، بیروت)

در مختار میں نکاح فاسد کی تعریف کرتے ہوئے فرمایا: "وهو الذي فقد شرطا من شرائط الصحة كشهود" ترجمہ: اور یہ وہ نکاح ہے، جس میں صحت نکاح کی شرائط میں سے کوئی شرط مفقود ہو مثلاً گواہوں کا ہونا۔ (در مختار، ج 04، ص 274، دار عالم الکتب)

بہار شریعت میں ہے: "نکاح فاسد میں جب تک وطی نہ ہو مہر لازم نہیں یعنی خلوتِ صحیحہ کافی نہیں اور وطی ہوگئی تو مہرِ مثل واجب ہے، جو مہر مقرر سے زائد نہ ہو اور اگر اس سے زیادہ ہے تو جو مقرر ہوا وہی دیں گے اور نکاحِ فاسد کا حکم یہ ہے کہ اُن میں ہر ایک پر فسخ کر دینا واجب ہے۔ اس کی بھی ضرورت نہیں کہ دوسرے کے سامنے فسخ کرے اور اگر خود فسخ نہ کریں تو قاضی پر واجب ہے کہ تفریق کر دے اور تفریق ہوگئی یا شوہر مر گیا تو عورت پر عدّت واجب ہے جبکہ وطی ہو چکی ہو۔۔۔ نکاح فاسد میں تفریق یا متارکہ کے وقت سے عدّت ہے، اگرچہ عورت کو اس کی خبر نہ ہو۔ متارکہ یہ ہے کہ اسے چھوڑ دے، مثلاً یہ کہے میں نے اسے چھوڑا، یا چلی جا، یا نکاح کر لے یا کوئی اور لفظ اسی کے مثل کہے اور فقط جانا، آنا، چھوڑنے سے متارکہ نہ ہوگا، جب تک زبان سے نہ کہے اور لفظ طلاق سے بھی متارکہ ہو جائے گا۔۔۔ پھر اس سے نکاح صحیح کرنے کے بعد تین طلاق کا اسے اختیار رہے گا۔" (بہار شریعت ملتقطاً، ج 02، حصہ 07، ص 72، 73، مکتبۃ المدینۃ، کراچی)

وَاللهُ اَعْلَمُ عَزَّوَجَلَّ وَرَسُوْلُه اَعْلَم صَلَّى اللهُ تَعَالٰی عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّم

تین طلاقیں ہونے کے باوجود ساتھ رہنے والوں کے متعلق کیا حکم ہے؟

مجیب: مولانا نوید چشتی صاحب زید مجدہ

مصدق: مفتی قاسم صاحب مدظلہ العالی

فتوی نمبر: Pin:4879

تاریخ اجراء: 16 صفر المظفر 1438ھ/17 نومبر 2016ء

دَارُالاِفْتَاء اَہلسُنّت

(دعوت اسلامی)

سوال

کیا فرماتے ہیں علمائے کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک شخص نے اپنی مدخولہ زوجہ کو کئی بندوں کے سامنے تین طلاقیں دے دیں، وہ زوجہ کو تین طلاقیں دینے کا اقرار بھی کرتا ہے، لیکن اس کے باوجود وہ دونوں میاں بیوی بغیر حلالے کے میاں بیوی کی طرح اکٹھے رہتے ہیں، ان کے بارے میں شرعی حکم کیا ہے؟ نیز باقی مسلمانوں کو اس صورت میں کیا کرنا چاہیے؟

بِسْمِ اللہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اَلْجَوَابُ بِعَوْنِ الْمَلِکِ الْوَھَّابِ اَللّٰھُمَّ ھِدَایَۃَ الْحَقِّ وَالصَّوَابِ

صورت مسئولہ میں بیان درست ہونے کی صورت میں شخص مذکور کی زوجہ پر تین طلاقیں ہو چکی ہیں اور اب وہ عورت اس پر حرمت مغلظہ کے ساتھ حرام ہو چکی ہے اور بغیر حلالۂ شرعیہ کے اکٹھے رہنے کی کوئی صورت نہیں، اس کے باوجود ان دونوں کا بغیر حلالۂ شرعیہ کے میاں بیوی کی طرح اکٹھے رہنا حرام اور ہم بستری کرنا زنا ہے، ان دونوں پر فرض ہے کہ فوراً ایک دوسرے سے جدا ہو جائیں اور اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں توبہ واستغفار کریں، اگر جدا نہ ہوں تو باقی تمام مسلمانوں کو چاہیے کہ ان کے ساتھ کھانا پینا، اٹھنا بیٹھنا، ان کی غمی خوشی میں شریک ہونا اور ان کو اپنی غمی خوشی میں شریک کرنا اور ان سے میل جول رکھنا ختم کر دیں، جب تک کہ یہ توبہ کر کے جدا نہ ہو جائیں۔

وَاللہُ اَعْلَمُ عَزَّوَجَلَّ وَرَسُوْلُہ اَعْلَم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

مذاق میں طلاق دینا

مجیب: ابو احمد محمد انس رضا عطاری مدنی

فتوی نمبر: WAT-894

تاریخ اجراء: 13 ذیقعدۃ الحرام 1443ھ / 13 جون 2022ء

دارالافتاء اہلسنت
(دعوت اسلامی)

سوال

شوہر مذاق میں بیوی سے کہے میں نے تجھے طلاق دی تو طلاق واقع ہو جائے گی؟

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اَلْجَوَابُ بِعَوْنِ الْمَلِكِ الْوَهَّابِ اَللّٰهُمَّ هِدَايَةَ الْحَقِّ وَالصَّوَابِ

طلاق کا مُعاملہ ایسا ہے کہ مذاق میں دینے سے بھی طلاق واقع ہو جاتی ہے۔ حدیث مبارک ہے۔ "تین چیزیں ایسی ہیں کہ ان میں سنجیدگی بھی سنجیدگی ہے اور مذاق بھی سنجیدگی ہے (یعنی مذاق میں بھی وہی حکم ہے جو سنجیدگی میں ہے) نکاح، طلاق اور (طلاق کے بعد) رجوع کرنا"۔ (مشکوۃ، باب الخلع والطلاق، ص 284، مطبوعہ: کراچی)

وَاللّٰهُ اَعْلَمُ عَزَّوَجَلَّ وَرَسُوْلُه اَعْلَم صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّم

میاں بیوی کے محض دور رہنے سے طلاق ہوگی یا نہیں؟

فتوی نمبر: WAT-122

تاریخ اجراء: 26صفر المظفر1443ھ /04اکتوبر2021ء

دارالافتاء اہلسنت

(دعوت اسلامی)

سوال

ایک عورت سات ماہ تک یا اس سے کم وبیش عرصہ تک، اپنے شوہر سے ناراض ہو کر اپنی ماں کے گھر رہے اور وہ شوہر سے طلاق کا مطالبہ کرے، مگر شوہر طلاق نہ دے، پھر بعد میں شوہر کے پاس آجائے لیکن ان کے درمیان طلاق وغیرہ نہ ہوئی ہو تو پہلا نکاح ہی کافی ہے یا دوبارہ نکاح کرنا پڑے گا؟

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اَلْجَوَابُ بِعَوْنِ الْمَلِکِ الْوَهَّابِ اَللّٰھُمَّ ھِدَایَةَ الْحَقِّ وَالصَّوَابِ

اگر کسی طرح ان کے درمیان طلاق نہیں ہوئی تو محض اتنا عرصہ دور رہنے سے طلاق نہیں ہوئی۔ لہذا وہ دونوں دوبارہ نکاح کیے بغیر ایک دوسرے کے ساتھ رہ سکتے ہیں، پہلا نکاح ہی کافی ہے، دوبارہ نکاح کرنے کی حاجت نہیں۔

وَاللہُ اَعْلَمُ عَزَّوَجَلَّ وَرَسُوْلُہ اَعْلَم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

میں طلاق دے دوں گا کہنے کا حکم

مجیب: مولانا محمد فراز عطاری مدنی

فتوی نمبر: WAT-536

تاریخ اجراء: 08 رجب المرجب 1443ھ / 10 فروری 2022ء

دار الافتاء اہلسنت

(دعوت اسلامی)

سوال

ایک اسلامی بھائی نے اپنی امی کو کال کر کے اپنی بیوی کے متعلق کہا کہ "میں اس کو طلاق دے دوں گا" اس صورت میں کیا حکم ہے؟

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اَلْجَوَابُ بِعَوْنِ الْمَلِکِ الْوَھَّابِ اَللّٰھُمَّ ھِدَایَۃَ الْحَقِّ وَالصَّوَابِ

اگر واقعی صرف یہی الفاظ کہے تھے تو صورت مسئولہ میں کوئی طلاق نہیں ہوئی کہ زید نے جو الفاظ کہے (طلاق دے دوں گا) وہ ارادہ طلاق پر مشتمل ہیں اور ارادہ طلاق سے طلاق نہیں ہوتی۔

وَاللّٰہُ اَعْلَمُ عَزَّوَجَلَّ وَرَسُوْلُہٗ اَعْلَم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

"میں تمہیں چھوڑدوں گا" کہنے سے طلاق واقع ہوجائے گی یانہیں؟

مجیب: مولاناشفیق صاحب زیدمجدہ

مصدق: مفتی قاسم صاحب مدظلہ العالی

فتوی نمبر: Aqs:849

تاریخ اجراء: 04محرم الحرام1438ھ/06اکتوبر2016ء

دَارُالاِفْتَاءاَہْلسُنَّت

(دعوت اسلامی)

سوال

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ کے بارے میں کہ میں نے اپنی بیوی سے لڑائی کے دوران یہ کہا کہ ''میں تمہیں چھوڑدوں گا'' تو کیا یوں کہنے سے کوئی طلاق کا معاملہ تو نہیں ہوا، اس کے علاوہ میں نے کچھ بھی نہیں کہا، رہنمائی فرمائیں؟

سائل: محمد فیصل (صدر کراچی)

بِسْمِ اللہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اَلْجَوَابُ بِعَوْنِ الْمَلِکِ الْوَھَّابِ اَللّٰھُمَّ ھِدَایَۃَ الْحَقِّ وَالصَّوَابِ

پوچھی گئی صورت میں اگر آپ نے واقعی یہی الفاظ کہے تھے کہ "میں تمہیں چھوڑدوں گا" تو اس سے کوئی طلاق واقع نہیں ہوئی کہ چھوڑدوں گا یہ طلاق کا ارادہ ہے اور محض ارادے سے طلاق واقع نہیں ہوتی۔ لہذا آپ دونوں بدستور میاں بیوی ہی ہیں۔

وَاللہُ اَعْلَمُ عَزَّوَجَلَّ وَرَسُوْلُہ اَعْلَم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

کیا سوتے میں طلاق دینے سے ہو جاتی ہے یا نہیں؟

مجیب: مفتی ھاشم صاحب مدظلہ العالی

فتوی نمبر: Lar:6090

تاریخ اجراء: 23صفر المظفر 1438ھ/24نومبر 2016ء

دَارُالاِفْتَاء اَہلسُنّت

(دعوت اسلامی)

سوال

کیافرماتے ہیں علماء دین و مفتیان شرع متین اس بارے میں کہ اگر کوئی شخص سوتے میں اپنی بیوی کو طلاق دے دے تو طلاق ہو جائے گی یا نہیں ہو گی؟

بِسْمِ اللہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اَلْجَوَابُ بِعَوْنِ الْمَلِكِ الْوَهَّابِ اَللّٰهُمَّ هِدَايَةَ الْحَقِّ وَالصَّوَابِ

سوتے میں طلاق دینے سے طلاق نہیں ہوتی

وَاللہُ اَعْلَمُ عَزَّوَجَلَّ وَرَسُوْلُہ اَعْلَم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

عورت اگر شوہر کو طلاق دے تو کیا حکم ہے؟

مجیب: عبدہ المذنب محمد نوید چشتی عفی عنہ

فتوی نمبر: WAT-1502

تاریخ اجراء: 24 شعبان المعظم 1444ھ/17 مارچ 2023ء

دارالافتاء اہلسنت

(دعوت اسلامی)

سوال

اگر عورت نے شوہر کو کہا کہ میں تمھیں طلاق طلاق طلاق دیتی ہوں، اس صورت میں کیا حکم ہو گا؟

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اَلْجَوَابُ بِعَوْنِ الْمَلِكِ الْوَهَّابِ اَللّٰهُمَّ هِدَايَةَ الْحَقِّ وَالصَّوَابِ

بنیادی طور پر شریعت مطہرہ نے عورت کو یہ اختیار نہیں دیا کہ وہ طلاق دے، ہاں اگر شوہر اسے طلاق دینے کا اختیار دے یا اس کی دی ہوئی طلاق کو نافذ کر دے تو طلاق ہو سکتی ہے لیکن اس کے لیے ضروری ہے کہ طلاق عورت پر ہی واقع کی جائے، مرد پر طلاق واقع کی جائے تو اس سے طلاق نہیں ہوتی، خواہ مرد نے اسے طلاق واقع کرنے کا اختیار دیا تھا یا اس کے طلاق واقع کرنے کے بعد مرد نے اسے جائز کیا کیونکہ مرد طلاق کا محل نہیں ہے کہ اسے طلاق واقع ہو۔ لہذا اگر عورت شوہر کو طلاق دے، تو اس صورت میں طلاق واقع نہیں ہو گی۔

تبیین الحقائق میں ہے ''الزوج إذا طلق نفسه أو طلقته هي لا تطلق المرأة لعدم إضافته إلى المحل''

ترجمہ: شوہر اپنے آپ کو طلاق دے یا عورت شوہر کو طلاق دے تو محل کی طرف اضافت نہ ہونے کی بناء پر عورت کو طلاق واقع نہیں ہو گی۔ (تبيين الحقائق، كتاب الطلاق، ج2، ص208، المطبعة الكبرى الأميرية، القاهرة)

وَاللّٰہُ اَعْلَمُ عَزَّوَجَلَّ وَرَسُوْلُہ اَعْلَم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

جسے جماع پر قدرت نہ ہو اس کے لیے طلاق کا حکم

مجیب: ابوالحسن ذاکر حسین عطاری مدنی

فتوی نمبر: WAT-1644

تاریخ اجراء: 25 شوال المکرم 1444ھ/16 مئی 2023ء

دارالافتاء اہلسنت

(دعوت اسلامی)

سوال

میں، بیوی کے ساتھ جماع کرنے پر قدرت نہیں رکھتا، سات آٹھ سال ہو گئے ہیں، علاج بھی بہت کروایا ہے، اب چاہتا ہوں کہ میں بیوی کو طلاق دے دوں تاکہ وہ گناہ میں نہ پڑے، کیا میں اسے طلاق دے سکتا ہوں؟

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اَلْجَوَابُ بِعَوْنِ الْمَلِكِ الْوَهَّابِ اَللّٰهُمَّ هِدَايَةَ الْحَقِّ وَالصَّوَابِ

شوہر پر وقفہ وقفہ سے اپنی بیوی کے ساتھ جماع کرنا واجب ہے، بغیر اس کی مرضی کے چار مہینے تک بلا عذر صحیح شرعی اس سے جماع نہ کرنا جائز نہیں۔ لہذا پوچھی گئی صورت میں اگر واقعی آپ جماع پر قدرت نہیں رکھتے، اور اتنے علاج کے باوجود بھی قدرت نہیں آئی، اور اس بنا پر عورت کا حق ضائع ہوتا ہے، تو اگر آپ کی بیوی آپ کے ساتھ رہنے پر راضی نہ ہو، تو آپ پر طلاق دینا واجب ہے۔ فتاوی رضویہ میں ہے "بالجملہ عورت کو نان ونفقہ دینا بھی واجب اور رہنے کو مکان دینا بھی واجب اور گاہ گاہ اس سے جماع کرنا بھی واجب جس میں اسے پریشان نظری نہ پیدا ہو، اور اسے معلقہ کر دینا حرام، اور بے اس کے اذن و رضا کے چار مہینے تک ترکِ جماع بلا عذر صحیح شرعی ناجائز۔" (فتاوی رضویہ، ج 13، ص 446، مطبوعہ: رضا فاؤنڈیشن، لاہور)

بہار شریعت میں ہے "بعض صورتوں میں طلاق دینا واجب ہے، مثلاً شوہر نامرد یا ہیجڑا ہے، یا اس پر کسی نے جادو یا عمل کروادیا ہے کہ جماع کرنے پر قادر نہیں، اور اس کے ازالے کی بھی کوئی صورت نظر نہیں آتی، کہ ان صورتوں میں طلاق نہ دینا سخت تکلیف پہنچانا ہے۔" (بہار شریعت، ج 02، ص 110، مطبوعہ: مکتبۃ المدینہ)

وَاللّٰہُ اَعْلَمُ عَزَّوَجَلَّ وَرَسُوْلُہ اَعْلَم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

بیوی کو غصے میں آزاد کے الفاظ کہنا

مجیب: مولانا ذاکر حسین عطاری مدنی

فتوی نمبر: WAT-611

تاریخ اجراء: 01شعبان المعظم1443ھ/05مارچ2022ء

دارالافتاء اہلسنت

(دعوت اسلامی)

سوال

زید نے حالت غصہ میں اپنی بیوی سے بلانیت طلاق محض ڈرانے اور تنبیہ کرنے کی غرض سے اس کو ایک سے زائد بار یہ الفاظ کہہ دیے کہ تو میری طرف سے آزاد ہے۔اب دریافت طلب امر یہ ہے کہ ہندہ پر طلاق واقع ہوئی یا نہیں ؟

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اَلْجَوَابُ بِعَوْنِ الْمَلِكِ الْوَهَّابِ اَللّٰهُمَّ هِدَايَةَ الْحَقِّ وَالصَّوَابِ

سوال میں مذکور الفاظ ''تو میری طرف سے آزاد ہے''ان الفاظ کنایہ میں سے ہے کہ جو جواب میں متعین ہیں اور مذاکرہ طلاق اور غصہ کی حالت میں ان الفاظ سے بغیر نیت ایک طلاق بائن واقع ہو جاتی ہے۔البتہ متعدد بار بولنے کے باوجود ان سے ایک ہی طلاق واقع ہوتی ہے کہ طلاق بائن کے بعد مزید بائن طلاق کے الفاظ ہوں اور انہیں پہلی طلاق کی خبر بنانا ممکن ہو تو انہیں پہلی طلاق کی خبر قرار دیں گے اور ان سے مزید طلاق واقع نہیں ہوگی۔اس تفصیل کے مطابق صورت مسئولہ میں بھی اگر زید نے یہ الفاظ غضب وغصہ کی حالت میں کہے ہیں تو ان سے ایک طلاق بائن واقع ہو چکی ہے اور عورت اس کے نکاح سے نکل چکی ہے، وہ عدت مکمل کر کے کسی مسلمان سے نکاح کر سکتی ہے البتہ اگر زید نے اس سے پہلے کبھی دو طلاقیں نہیں دی ہیں تو دوبارہ زید کے ساتھ بھی نکاح کر سکتی ہے اور زید سے دوبارہ نکاح کرنے کی صورت میں عدت مکمل کرنا بھی ضروری نہیں۔

نوٹ: یاد رہے کہ زید سے نکاح کرنے کی صورت میں زید کے پاس بقیہ زندگی میں صرف دو طلاقوں کا اختیار باقی ہوگا کہ ایک طلاق وہ دے چکا ہے لہٰذا پھر کبھی اس نے مزید دو طلاقیں دیں تو عورت بحرمت مغلظہ اس پر حرام ہو جائے گی اور بغیر حلالہ شرعیہ نکاح جائز نہیں ہوگا۔

وَاللہُ اَعْلَمُ عَزَّوَجَلَّ وَرَسُوْلُہ اَعْلَم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

شوہر نے ایک طلاق دی تو کچھ دنوں بعد دوسری طلاق خود بخود ہو جائے گی؟

مجیب: ابو مصطفی محمد ماجد رضا عطاری مدنی

فتوی نمبر: Web-721

تاریخ اجراء: 23ربیع الثانی 1444ھ/19نومبر 2022ء

دارالافتاء اہلسنت

(دعوت اسلامی)

سوال

شوہر نے اگر ایک طلاق دے دی، تو اب دوسری طلاق کتنی مدت کے بعد از خود واقع ہو گی؟

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اَلْجَوَابُ بِعَوْنِ الْمَلِكِ الْوَهَّابِ اَللّٰهُمَّ هِدَايَةَ الْحَقِّ وَالصَّوَابِ

طلاق شوہر کے دینے سے واقع ہوتی ہے، جتنی دے گا اتنی ہی رہیں گی چاہے کتنا ہی عرصہ گزر جائے، خاص مدت کے گزرنے سے خود بخود کوئی طلاق واقع نہیں ہوتی۔

وَاللّٰہُ اَعْلَمُ عَزَّوَجَلَّ وَرَسُوْلُہ اَعْلَم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

اپنی روٹی الگ پکاؤ، مجھ سے دور ہو جاؤ کیا یہ الفاظ کہنے سے طلاق ہو جاتی ہے یا نہیں؟

مجیب:مفتی قاسم صاحب مدظلہ العالی

فتوی نمبر:Sar:5243

تاریخ اجراء:16صفر المظفر1438ھ/17نومبر2016ء

دَارُالاِفْتَاء اَہلسُنَّت

(دعوت اسلامی)

سوال

کیا فرماتے ہیں علمائے کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ میری زوجہ سے لڑائی ہوئی میں نے غصے میں اپنی زوجہ کو کہا کہ تم اپنی روٹی پکاؤ میری نہ پکاؤ میں اپنا انتظام خود ہی کرلوں گا تم مجھ سے دور ہو جاؤ اور میں اس بات پر قسم کھاتا ہوں کہ میری طلاق کی نیت نہیں تھی اور نہ ہی ہمارے درمیان یہ الفاظ کہنے سے پہلے اور بعد میں کوئی طلاق کی گفتگو ہوئی تھی، تو میرے اس طرح کہنے سے طلاق ہوئی یا نہیں؟

سائل: محمد حسنین (فیصل آباد)

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اَلْجَوَابُ بِعَوْنِ الْمَلِکِ الْوَھَّابِ اَللّٰھُمَّ ھِدَایَۃَ الْحَقِّ وَالصَّوَابِ

اگر واقعی ایسا ہی ہے جیسا سائل نے بیان کیا ہے تو صورت مسئولہ میں کوئی طلاق واقع نہیں ہوئی۔

وَاللہُ اَعْلَمُ عَزَّوَجَلَّ وَرَسُوْلُہ اَعْلَم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

طلاق یا خلع لئے بغیر عورت کا کسی اور سے نکاح کرنا

مجیب: مولانا سید مسعود علی عطاری مدنی

فتوی نمبر: Web-1208

تاریخ اجراء: 19 جمادی الثانی 1445ھ / 02 جنوری 2024ء

دار الافتاء اہلسنت
(دعوت اسلامی)

سوال

ایک عورت کا نکاح ہوا اور وہ اپنے شوہر کے گھر چلی گئی، لیکن ان دونوں کے درمیان میاں بیوی والے تعلقات قائم نہیں ہوئے تھے اور کچھ دن بعد وہ واپس اپنے میکے آگئی، چار سال بعد اس عورت نے کسی اور سے نکاح کر لیا جبکہ پہلے شوہر سے ابھی تک طلاق نہیں ہوئی، کیا یہ دوسرا نکاح ٹھیک ہے؟

بِسْمِ اللهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اَلْجَوَابُ بِعَوْنِ الْمَلِكِ الْوَهَّابِ اَللّٰهُمَّ هِدَايَةَ الْحَقِّ وَ الصَّوَابِ

جب تک شوہر طلاق یا خلع نہ دے بیوی اس کے نکاح میں ہی رہے گی اور جب تک وہ اس کے نکاح میں ہے کہیں اور نکاح کرنا حرام و سخت گناہ ہے، ایسا ہر گز نکاح نہیں ہو گا۔

فتاوی ہندیہ میں ہے: "لا یجوز للرجل ان یتزوج زوجۃ غیرہ" یعنی کسی مرد کے لئے دوسرے کی بیوی سے نکاح کرنا جائز نہیں۔ (فتاوی ھندیہ، جلد 1، صفحہ 280، مطبوعہ: پشاور)

صدر الشریعہ مفتی امجد علی اعظمی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: "دوسرے کی منکوحہ سے نکاح نہیں ہو سکتا بلکہ اگر دوسرے کی عدت میں ہو جب بھی نہیں ہو سکتا۔" (بہارِ شریعت، جلد 2، صفحہ 33، مکتبۃ المدینہ، کراچی)

وَاللّٰهُ اَعْلَمُ عَزَّوَجَلَّ وَ رَسُوْلُه اَعْلَم صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّم

طلاق کا جھوٹا اقرار کرنے کیا حکم ہے؟

مجیب: ابوحفص مولانا محمد عرفان عطاری مدنی

فتوی نمبر: WAT-2165

تاریخ اجراء: 23ربیع الثانی1445ھ /08نومبر2023ء

دارالافتاء اہلسنت
(دعوت اسلامی)

سوال

اگر شوہر کسی سے جھوٹ میں کہے کہ "میں اپنی بیوی کو طلاق دے چکا ہوں، میری دوسری شادی کروادو"۔ تو کیا اس سے طلاق واقع ہو جائے گی یا نہیں؟ جبکہ وہ اپنی بیوی کے ساتھ ہی رہتا ہے اور بیوی سے کہتا ہے کہ میں نے تمہیں طلاق نہیں دی۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اَلْجَوَابُ بِعَوْنِ الْمَلِكِ الْوَهَّابِ اَللّٰهُمَّ هِدَايَةَ الْحَقِّ وَالصَّوَابِ

شوہر کا کسی سے یہ کہنا کہ "میں اپنی بیوی کو طلاق دے چکا ہوں" درحقیقت طلاق کا اقرار ہے، اور طلاق کے اقرار سے متعلق حکمِ شرعی یہ ہے کہ طلاق کا اقرار اگرچہ جھوٹا ہو، اُس سے قضاءً طلاق واقع ہو جاتی ہے۔ لہذا اگر شوہر کسی سے جھوٹ میں بھی یہ کہے کہ میں اپنی بیوی کو طلاق دے چکا ہوں تو اس سے عورت کو قضاءً طلاق واقع ہو جائے گی۔

طلاق کا جھوٹا اقرار کرنے سے بھی قضاءً طلاق واقع ہو جاتی ہے، جیسا کہ ردالمحتار علی الدر المختار میں ہے: "ولو أقر بالطلاق كاذبا أو هازلا وقع قضاءً" ترجمہ: اور اگر جھوٹ میں یا مذاق میں طلاق کا اقرار کیا تو قضاء طلاق واقع ہو جائے گی۔ (ردالمحتار علی الدر المختار، جلد4، کتاب الطلاق، صفحہ 428، مطبوعہ: کوئٹہ)

وَاللّٰهُ اَعْلَمُ عَزَّوَجَلَّ وَ رَسُوْلُه اَعْلَم صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّم

طلاق یافتہ، اور بیوہ عورت کی عدت کتنی ہے؟

مجیب: مفتی فضیل صاحب مدظلہ العالی

فتوی نمبر: Kan:12236

تاریخ اجراء: 25 جمادی الثانی 1438ھ/25مارچ2017ء

دَارُالاِفْتَاء اَہلسُنَّت

(دعوت اسلامی)

سوال

کیا فرماتے ہیں علمائے کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ

(1) طلاق یافتہ عورت کی عدت کتنی ہوتی ہے؟

(2) جس کا شوہر فوت ہو جائے اس کی عدت کتنی ہے؟

سائل: صغیر عطاری (صدر، کراچی)

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اَلْجَوَابُ بِعَوْنِ الْمَلِكِ الْوَھَّابِ اَللّٰھُمَّ ھِدَایَۃَ الْحَقِّ وَالصَّوَابِ

(1) نکاحِ صحیح کے بعد ہمبستری یا خلوتِ صحیحہ ہو تو مختلف عورتوں کی عدت مختلف ہے جس کی تفصیل مندرجہ ذیل ہے۔

اگر عورت حیض والی ہے تو اس کی عدت تین مکمل حیض ہے۔

اگر کم عمری یا بڑی عمر (یعنی پچپن برس عمر) کی وجہ سے حیض نہیں آتا یا عمر کے حساب سے بالغہ ہوئی اور ابھی تک حیض نہیں آیا تو عدت تین مہینے ہے۔ اگر قمری مہینے کی پہلی تاریخ کو طلاق ہوئی تو تین مہینے عدت ہے خواہ تیس کے ہوں یا انتیس کے، اور اگر پہلی تاریخ کے علاوہ طلاق ہوئی تو 90 دن عدت ہو گی۔

اگر حاملہ ہے تو عدت بچہ جننے تک ہے اگرچہ طلاق کے کچھ دیر بعد ہی بچہ پیدا ہو جائے۔

یاد رہے اگر فقط نکاح ہوا ہو اور ہمبستری یا خلوتِ صحیحہ نہیں ہوئی تو طلاق یافتہ کی کوئی عدت نہیں۔

(2) جس کا شوہر فوت ہو جائے تو اس کی عدت چار ماہ دس دن ہے، موت کی عدت کے لیے فقط نکاحِ صحیح ہونا کافی ہے دخول ہوا ہو یہ نہ ہوا ہو، عورت بالغہ ہو یا نابالغہ بہر صورت اس کی عدت چار ماہ دس دن ہے۔ ہاں اگر قمری مہینے کی پہلی تاریخ کو انتقال ہو تو چار مہینے اور دس دن عدت ہے مہینے خواہ تیس کے ہوں یا انتیس کے۔ اور اگر پہلی تاریخ کے علاوہ انتقال ہو تو عدت مکمل 130 دن ہو گی۔

اور اگر عورت حاملہ ہے تو اس کی عدت بچہ جننے تک ہے۔

نوٹ: عدت کے تفصیلی احکام معلوم کرنے کے لیے بہار شریعت حصہ 8 سے ''عدت کا بیان'' ملاحظہ فرمائیں۔

وَاللّٰہُ اَعْلَمُ عَزَّوَجَلَّ وَرَسُوْلُہ اَعْلَم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

اپنی بیوی کو طلاق دے دی ہے تو اب بچے کس کے پاس رہیں گے؟

مجیب: مولانا سعید صاحب زید مجدہ

مصدق: مفتی فضیل صاحب مدظلہ العالی

فتوی نمبر: kan:11967

تاریخ اجراء: 11 محرم الحرام 1438ھ/13 اکتوبر 2016ء

دَارُالاِفْتَاء اَہلسُنَّت

(دعوت اسلامی)

سوال

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرعِ متین اس مسئلے کے بارے میں کہ میں مسمی محمد حنیف ولد امیر دین، میں نے اپنی بیوی کو 6 ماہ پہلے طلاق دیدی ہے۔ میرے دو بچے ہیں، ایک بیٹا جس کی عمر 12 سال ہے اور ایک بیٹی جس کی عمر 10 سال ہے۔ معلوم یہ کرنا ہے کہ بچے کس کے پاس رہیں گے؟ ابھی بچے ماں کے پاس ہیں اور میں بچے اپنے ساتھ رکھنا چاہتا ہوں۔

سائل: محمد حنیف

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اَلْجَوَابُ بِعَوْنِ الْمَلِکِ الْوَھَّابِ اَللّٰھُمَّ ھِدَایَۃَ الْحَقِّ وَالصَّوَابِ

پوچھی گئی صورت میں بچے آپ کے ساتھ ہی رہیں گے کیونکہ بچہ سات سال اور بچی نو سال کی عمر تک ماں کی پرورش میں رہتی ہے اس کے بعد بچہ بالغ ہونے تک اور بچی جب تک کنواری ہو باپ کی پرورش میں رہتی ہے۔

وَاللہُ اَعْلَمُ عَزَّوَجَلَّ وَرَسُوْلُہ اَعْلَم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

جہیز کے سامان کا حکم

مجیب: مفتی ہاشم صاحب مدظلہ العالی

تاریخ اجراء: ماہنامہ فیضان مدینہ مارچ 2017ء

دَارُالاِفْتَاء اَہلسُنَّت

(دعوت اسلامی)

سوال

کیافرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین اس بارے میں کہ میری عزیزہ کو طلاق ہوئی۔اس کے پاس دو طرح کا سامان تھا۔ ایک وہ سامان (فرنیچر، کپڑے، زیورات وغیرہ) جو اس کے والدین نے دیا اور دوسرا وہ سامان (کپڑے، زیورات وغیرہ) جو شوہر اور اس کے والدین نے دیا۔ شرعی رہنمائی فرمائیں! اس صورت میں کونسا سامان عورت کا ہے اور کونسا شوہر کا ہے؟

سائل: غلام دستگیر (خانقاہ چوک، مرکز الاولیا لاہور)

بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِيۡمِ

اَلۡجَوَابُ بِعَوۡنِ الۡمَلِكِ الۡوَهَّابِ اَللّٰهُمَّ هِدَايَةَ الۡحَقِّ وَالصَّوَابِ

عورت کو جو سامان میکے کی طرف سے بطورِ جہیز ملا وہ عورت ہی کی مِلْکِیَّت ہے۔ اس میں کسی اور کا حق نہیں۔

شوہر یا اس کے گھر والوں کی طرف سے جو سامان اور زیورات وغیرہ عورت کو دیئے جاتے ہیں اس کی تین صورتیں ہوتی ہیں:

(1) شوہر یا اس کے گھر والوں نے صراحتاً (واضح طور پر) عورت کو سامان اور زیورات دیتے وقت مالک بناتے ہوئے قبضہ دیا تھا۔ (2) شوہر یا اس کے گھر والوں نے صراحتاً عورت کو سامان اور زیورات عاریتاً (یعنی عارضی استعمال کیلئے) دیئے تھے۔ (3) شوہر یا اس کے گھر والوں نے دیتے وقت کچھ بھی نہیں کہا۔ پہلی صورت میں عورت سامان اور زیورات کے ہِبہ (Gift) کیے جانے کی وجہ سے مالکہ ہے، اسی کو یہ سب دیا جائے گا۔ دوسری صورت میں جس نے دیا وہی مالک ہے۔ وہ واپس لے سکتا ہے اور تیسری صورت میں شوہر کے خاندان کا رواج دیکھا جائے گا۔ اگر وہ عورت کو ان اشیاء کا مالک بناتے ہیں تو عورت کو دیا جائے گا ورنہ وہ حقدار نہیں اس سے واپس لیا جا سکتا ہے۔

وَاللّٰهُ اَعۡلَمُ عَزَّوَجَلَّ وَرَسُوۡلُه اَعۡلَم صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَيۡهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّم

خلع میں حق مہر سے زائد مال لینا کیسا؟

مجیب: مفتی ہاشم صاحب مدظلہ العالی

تاریخ اجراء: ماہنامہ فیضان مدینہ رمضان المبارک 1441ھ

دارالافتاء اہلسنت

(دعوت اسلامی)

سوال

کیافرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرعِ متین اس بارے میں کہ زید کی بیوی ہندہ بلااجازتِ شرعی زید سے طلاق کا مطالبہ کر رہی ہے زید چاہتا ہے کہ ہندہ کو خلع دینے کے بدلے شادی میں کئے گئے خرچ کو ہندہ سے لے،زید کا یہ لینادرست ہے یا نہیں؟ جبکہ یہ خرچ اس کو دیئے ہوئے حق مہر سے زائد ہے اور زید کی طرف سے ہندہ پر زیادتی نہیں ہے۔

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

اَلۡجَوَابُ بِعَوۡنِ الۡمَلِکِ الۡوَھَّابِ اَللّٰھُمَّ ھِدَایَۃَ الۡحَقِّ وَالصَّوَابِ

شرعی اصطلاح میں خلع یہ ہے کہ شوہر اپنی مرضی سے مہر یا دیگر مال کے عوض عورت کو نکاح سے جدا کر دے،اس میں عورت کا قبول کرنا بھی شرط ہے،اگر شوہر کی طرف سے زیادتی ہو تو خلع پر مطلقاً عوض لینا مکروہ ہے اور اگر عورت کی طرف سے ہو تو جتنا مہر میں دیا ہے اُس سے زیادہ لینا مکروہ پھر بھی اگر زیادہ لے لے گا تو قضاءً جائز ہے۔

لہٰذا اگر سائل اپنے قول میں سچا ہے تو زید نے جتنا حق مہر میں مال دیا ہے اتنا مال لے سکتا ہے اس سے زائد لینا مکروہ ہے البتہ اگر زائد لے گا تو قضاءً جائز ہے۔

یہ بھی یاد رہے کہ بلاوجہِ شرعی عورت کا شوہر سے خلع کا مطالبہ کرنا،ناجائز و حرام اور گناہ ہے۔

وَاللہُ اَعۡلَمُ عَزَّوَجَلَّ وَرَسُوۡلُہٗ اَعۡلَم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیۡہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

طلاق کے بعد بچی کس کے پاس رہے گی؟

مجیب: مفتی فضیل صاحب مدظلہ العالی

فتوی نمبر: Kan:12150

تاریخ اجراء: 29ربیع الثانی1438ھ/28جنوری2017ء

دَارُالاِفْتَاء اَہلسُنَّت

(دعوت اسلامی)

سوال

کیافرماتے ہیں علمائے کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ میری شادی چھ سال پہلے ہوئی، میری تین سال کی ایک بیٹی ہے۔ ہم میاں بیوی میں جھگڑا رہتا ہے جس کی وجہ سے ہماری بن نہیں پارہی ہے، مجھے پوچھنا یہ ہے کہ اگر میں ان کو طلاق دے دیتا ہوں تو جدائی کے بعد مندرجہ ذیل معاملات میں شرعاً کیا حکم ہے؟

(1)میری بیٹی کس کے پاس رہے گی؟

(2)اگر بچی کی ماں کہیں اور شادی کرلیتی ہے تو اب بچی کس کے پاس رہے گی؟

(3)اگر بچی اپنی ماں کی پرورش میں ہو تو کیا وہ لوگ مجھے بچی سے ملنے سے روک سکتے ہیں؟

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اَلْجَوَابُ بِعَوْنِ الْمَلِکِ الْوَھَّابِ اَللّٰھُمَّ ھِدَایَۃَ الْحَقِّ وَالصَّوَابِ

(1)نو سال کی عمر تک بچی اپنی والدہ کے پاس رہے گی، اور اس دوران بچی کے اخراجات آپ پر لازم ہوں گے۔ نو سال کے بعد اس کی شادی تک آپ کے پاس رہے گی۔

(2)اگر بچی کی ماں ایسے شخص سے شادی کرلیتی ہے جو بچی کا اجنبی یعنی نامحرم ہے تو اب اسے حقِ پرورش نہ ہوگا بلکہ بچی کی نانی کو حق حاصل ہوگا، وہ نہ ہو تو نانی کی ماں، وہ نہ ہو تو بچی کی دادی، دادی نہ ہو تو پردادی۔ یہ نہ ہوں تو دیگر رشتہ دار عورتوں کو حق حاصل ہوگا۔ جن کا تفصیلی بیان بہار شریعت میں صدر الشریعۃ مفتی امجد علی اعظمی علیہ الرحمۃ بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں: '' ماں اگر نہ ہو یا پرورش کی اہل نہ ہو یا انکار کردیا یا اجنبی سے نکاح کیا تو اب حق پرورش نانی کے لیے ہے، یہ بھی نہ ہو تو نانی کی ماں، اس کے بعد دادی، پردادی بشرائط مذکورہ بالا پھر حقیقی بہن پھر اخیافی بہن پھر سوتیلی بہن پھر حقیقی بہن کی بیٹی پھر اخیافی بہن کی بیٹی پھر خالہ یعنی ماں کی حقیقی بہن پھر اخیافی پھر سوتیلی پھر سوتیلی بہن کی بیٹی پھر حقیقی بھتیجی پھر اخیافی بھائی کی بیٹی پھر سوتیلے بھائی کی بیٹی پھر اسی ترتیب سے پھوپیاں پھر ماں کی خالہ پھر باپ کی خالہ پھر ماں کی پھوپیاں پھر باپ کی پھوپیاں اور ان سب میں وہی ترتیب ملحوظ ہے کہ حقیقی پھر اخیافی پھر سوتیلی۔ اور اگر کوئی عورت پرورش کرنے والی نہ ہو یا ہو مگر اسکا حق ساقط ہو تو عصبات بہ ترتیبِ ارث یعنی باپ پھر دادا پھر حقیقی بھائی پھر سوتیلا پھر بھتیجے پھر چچا پھر اس کے بیٹے مگر لڑکی کو چچازاد بھائی کی پرورش میں نہ دیں خصوصاً جبکہ مشتہاۃ ہوا ور اگر عصبات بھی نہ ہوں تو ذوی الارحام کی پرورش میں دیں مثلاً اخیافی بھائی پھر اُس کا بیٹا پھر ماں کا چچا پھر حقیقی ماموں۔ چچا اور پھوپھی اور ماموں اور خالہ کی بیٹیوں کو لڑکے کی پرورش کا حق نہیں۔''

(بہار شریعت، جلد2، حصہ 8، صفحہ 254، مکتبۃ المدینہ کراچی)

(3)پرورش کے دوران یا بعد میں اگر ماں یا باپ بچی کو ملنا اور دیکھنا چاہیں تو ملنے اور دیکھنے سے کوئی منع نہیں کرسکتا۔

وَاللہُ اَعْلَمُ عَزَّوَجَلَّ وَ رَسُوْلُہ اَعْلَم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

طلاق کی قسم کھانا یا کھلانا کیسا؟

مجیب: فرحان احمد عطاری مدنی

فتوی نمبر: Web-534

تاریخ اجراء: 08ربیع الاول1444ھ/05اکتوبر2022ء

دارالافتاء اہلسنت

(دعوت اسلامی)

سوال

طلاق کی قسم کھانا یا کھلانا کیسا۔؟

بِسْمِ اللہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اَلْجَوَابُ بِعَوْنِ الْمَلِکِ الْوَھَّابِ اَللّٰھُمَّ ھِدَایَۃَ الْحَقِّ وَالصَّوَابِ

طلاق کی قسم کھانا یا کسی سے طلاق کی قسم لینا شرعانا پسندیدہ فعل ہے اسے نفاق کی علامت میں بھی شمار کیا گیا ہے، لہٰذا اس سے بچنا چاہیے۔

امام جلال الدین سیوطی شافعی رحمۃ اللہ علیہ جامع صغیر میں اور امام علاء الدین علی المتقی الھندی رحمۃ اللہ علیہ کنزالعمال میں ابنِ عساکر سے حدیث پاک بیان کرتے ہیں: ”ما حلف بالطلاق مومن ولا استحلف بہ الا منافق “یعنی مومن طلاق کی قسم نہیں کھاتا اور طلاق کی قسم نہیں لیتا مگر منافق۔ (کنز العمال، حدیث 46340، جلد16، صفحہ 689، بیروت)

جدالممتار میں ہے: ”ان الحلف بالطلاق عدفی الحدیث من خصائل النفاق فاذن یترجح قول من کرہ “یعنی حدیث پاک میں طلاق کی قسم اٹھانے کو خصائلِ نفاق سے شمار کیا ہے، تب اسی کا قول راجح ہو گا، جس نے اسے مکروہ قرار دیا۔ (جد الممتار، جلد 5، صفحہ 122، مطبوعہ: بیروت)

امام اہلسنت، مجدد دین وملت، الشاہ امام احمد رضا خان رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سے ایک واعظ کے متعلق سوال ہوا کہ جس نے طلاق کی قسم کھائی تھی اس پر آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے فرمایا کہ : ”واعظ کو نہ چاہئے کہ طلاق کی قسم کھاتا کہ شرعاً ناپسندیدہ ہے۔ “(فتاویٰ رضویہ، جلد13، صفحہ 198، مطبوعہ رضا فاؤنڈیشن لاہور)

وَاللہُ اَعْلَمُ عَزَّوَجَلَّ وَرَسُوْلُہ اَعْلَم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

طلاق کے بعد سسر محرم رہے گا یا نہیں؟

مجیب: مولانا محمد ابوبکر عطاری مدنی

فتوی نمبر: WAT-2137

تاریخ اجراء: 15 ربیع الثانی 1445ھ / 31 اکتوبر 2023ء

دارالافتاء اہلسنت

(دعوت اسلامی)

سوال

عورت کی طلاق کے بعد اس کا سابقہ سسر اس کے لیے محرم رہے گا یا نہیں؟ کیا عورت کے انتقال کے بعد وہ اس کا چہرہ دیکھ سکتا ہے؟

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

اَلۡجَوَابُ بِعَوۡنِ الۡمَلِكِ الۡوَهَّابِ اَللّٰهُمَّ هِدَایَةَ الۡحَقِّ وَالصَّوَابِ

طلاق کے بعد بھی عورت کا سسر اس کے لیے محرم ہی رہے گا کہ نکاح کرتے ہی عورت پر اپنے خاوند کا حقیقی والد یعنی سسر ہمیشہ کے لیے حرام ہو جاتا ہے لہذا اگر فتنے وغیرہ کا اندیشہ نہ ہو تو وہ اپنی سابقہ بہو کے انتقال کے بعد اس کا چہرہ دیکھ سکتا ہے۔

قرآن پاک میں ارشاد خداوندی ہے:﴿وَ حَلَآىٕلُ اَبْنَآىٕكُمُ الَّذِیْنَ مِنْ اَصْلَابِكُمْ﴾ترجمہ: اور تمہاری نسلی بیٹوں کی بیبیاں (تم پر حرام ہیں)۔(سورۃ النساء، پ04، آیت 23)

ردالمحتار میں ہے "تحرم زوجة الاصل والفرع بمجرد العقد دخل بها أو لا" ترجمہ: اپنی اصل اور اپنی فرع کی بیوی محض عقد سے ہی حرام ہو جاتی ہے، اس کے ساتھ جماع کیا ہو یا نہ کیا ہو۔(ردالمحتار، کتاب النکاح، فصل فی المحرمات، ج04، ص111، کوئٹہ)

وَاللہُ اَعْلَمُ عَزَّوَجَلَّ وَرَسُوْلُہ اَعْلَم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

کیا والد کے ہوتے ہوئے ماموں کو حق پرورش حاصل ہوتا ہے؟

مجیب: مفتی قاسم صاحب مدظلہ العالی

فتوی نمبر: Aqs:983

تاریخ اجراء: 05جمادی الثانی1438ھ/05مارچ2017ء

دَارُالاِفْتَاء اَہْلسُنَّت

(دعوت اسلامی)

سوال

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین اس مسئلے کے بارے میں کہ بعض معاملات کی وجہ سے میں نے تقریباً سولہ سال پہلے اپنی بیوی کو طلاق دے دی تھی، اس وقت میری سب اولاد چار سال یا اس سے کم ہی تھی، میری بیوی اولاد کو لے کر اپنے میکے (لاہور) میں رہنا شروع ہو گئی اور کچھ عرصے بعد اس کا انتقال ہو گیا اور بچوں کی ساری دیکھ بھال بچوں کے ماموں کرتے رہے، اب مجھے کسی نے بتایا ہے کہ لڑکا سات سال کی عمر میں اور لڑکی نو سال کی عمر میں پہنچ جائے تو والد پر لازم ہوتا ہے کہ وہ اپنی اولاد کو اپنے پاس رکھے اور ان کی تربیت کرے۔ میں انہیں لینے کے لیے گیا تو ان کے ماموں واپس کرنے سے منع کر رہے ہیں اور میرے بچے (بیٹا20، اور بیٹیاں 17,18 سال کی ہیں) بھی ساتھ آنے پر راضی نہیں ہیں، اب میرے لیے شریعت میں کیا حکم ہے؟ نیز کیا ان کی شادیوں کی ذمہ داری مجھ پر ہے؟

بِسْمِ اللہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اَلْجَوَابُ بِعَوْنِ الْمَلِکِ الْوَھَّابِ اَللّٰھُمَّ ھِدَایَۃَ الْحَقِّ وَالصَّوَابِ

پوچھی گئی صورت میں آپ کے لیے شرعی حکم یہ ہے کہ آپ بچوں کے ماموں سے بچے لے کر اپنی کفالت میں رکھیں اور ان کی اچھی تربیت کریں کیونکہ ماں کی وفات کے بعد نانی کے پاس پرورش پانے کی مدت بہت پہلے پوری ہو چکی ہے۔ اور بالغ ہونے کے بعد اگرچہ بیٹے کو الگ رہنے کی اجازت مل جاتی ہے مگر یہ اس صورت میں ہے جبکہ بیٹا ایسا سمجھدار ہو گیا ہو کہ اب بدنامی یا فتنے کا خوف اور تادیب کی حاجت نہ ہو مگر ہمارے زمانے میں عموماً بیس سال کا لڑکا اتنا سمجھدار نہیں ہوتا اور اسے تادیب کی حاجت ہوتی ہے یا بدنامی وغیرہ کا خوف ہوتا ہے، نیز اکثر صحبتیں بھی اخلاق کو برباد کرنے والی ہیں، اس لیے بیٹا بھی آپ کے ساتھ ہی رہے گا اور بیٹیاں مطلقاً جب تک ان کی شادی نہیں ہو جاتی، آپ کے ساتھ رہیں گی، انہیں حکم شریعت بتائیں اور سمجھائیں، اگر وہ نہیں مانتے تو آپ کے نافرمان اور گنہگار ہوں گے، البتہ اگر بیٹا واقعی میں ایسا ہے کہ اب نہ تو بدنامی یا فتنے کا خوف ہے اور نہ تادیب کی ضرورت ہے تو بیٹا اپنے ماموں کے پاس رہ سکتا ہے اور آپ بیٹے کو اپنے پاس رہنے پر مجبور نہیں کر سکتے۔ ماموں کو باپ کے ہوتے ہوئے بچے اپنے پاس رکھنے کا کوئی حق نہیں ہے نیز بیٹیوں کو بھی یہ حق حاصل نہیں کہ وہ یہ کہہ کر وہیں رکی رہیں کہ ہم بھائی کے ساتھ رہ رہی ہیں کیونکہ والد کے ہوتے ہوئے بھائی کے پاس رہنا بھی درست نہیں، نیز بچوں کی شادی کی ذمہ داری بھی آپ پر ہے۔

وَاللہُ اَعْلَمُ عَزَّوَجَلَّ وَرَسُوْلُہ اَعْلَم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

جس عورت کا ذہنی توازن درست نہ ہو، اس کی عدت کا حکم

مجیب: ابو احمد محمد انس رضا عطاری مدنی

فتوی نمبر: WAT-877

تاریخ اجراء: 07 ذیقعدۃ الحرام 1443ھ / 07 جون 2022ء

دارالافتاء اہلسنت

(دعوت اسلامی)

سوال

شوہر کا انتقال ہوا لیکن بیوی کا ذہن ٹھیک نہیں ہے یعنی وہ پاگل ہے تو وہ عدت کیسے گزارے؟

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اَلْجَوَابُ بِعَوْنِ الْمَلِکِ الْوَھَّابِ اَللّٰھُمَّ ھِدَایَۃَ الْحَقِّ وَالصَّوَابِ

وہ عورت جس کا دماغ ٹھیک نہیں ہے یعنی پاگل ہے اگر اس کا شوہر فوت ہو جائے تو اس کا ولی عدت کی مدت میں کہیں اور اس کا نکاح نہیں کرے گا اور اس عورت پر سوگ (ترک زینت) لازم نہیں البتہ اگر دوران عدت اس کا جنون چلا جاتا ہے تو اس پر سوگ لازم ہو گا۔

در مختار میں عدت کی تعریف بیان کرتے ہوئے فرمایا: " (تربص يلزم المرأة) أو ولي الصغيرة (عند زوال النكاح) "ترجمہ: عدت ایسا انتظار ہے جو عورت یا صغیرہ کے ولی پر لازم ہے نکاح کے زوال کے وقت۔

اس کے تحت رد المحتار میں ہے: " بمعنى أنه يجب عليه أن يربصها أي يجعلها متصفة بصفة المعتدات لأن العدة صفتها لا صفة وليها، إذ لا يصح أن يقال إذا طلقت، أو مات زوجها وجب على وليها أن يعتد وقد مر أنهم يقولون تعتد هي، والوجوب إنما هو على الولي بأن لا يزوجها حتى تنقضي العدة أي مدة العدة تأمل، والمجنونة كالصغيرة "ترجمہ: اس کا معنی یہ ہے کہ ولی پر واجب کہ وہ صغیرہ کو روکے رکھے یعنی ولی صغیرہ کو معتدہ کی صفات کے ساتھ متصف کرے کیونکہ عدت عورت کی صفت ہے نہ اس کے ولی کی صفت، اور صحیح نہیں ہے کہ یہ کیا جائے جب عورت کو طلاق ہو جائے یا اس کا شوہر فوت ہو جائے تو اس کے ولی پر لازم ہے کہ عدت گزارے بلکہ علماء یہی فرماتے ہیں کہ عورت عدت گزارے۔ اور ولی پر وجوب کا معنی یہ ہے کہ وہ اس کا کہیں نکاح نہ کرے یہاں تک کہ مدت گزر جائے یعنی عدت کی مدت اور مجنونۃ کا حکم صغیرہ والا ہے۔ (رد المحتار علی در مختار، جلد 3، صفحہ 503، دار الفکر بیروت)

سوگ کے حوالے سے در مختار میں ہے:”(لا) حداد علی سبعة: کافرة وصغیرة، ومجنونة“ترجمہ: سات عورتوں پر سوگ نہیں ہے: کافرہ، صغیرہ اور مجنونہ۔(درمختار، جلد3، صفحہ532، دارالفکر بیروت)

وَاللّٰہُ اَعْلَمُ عَزَّوَجَلَّ وَرَسُوْلُہ اَعْلَم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

دورانِ عدت پسینے کی بو ختم کرنے کے لیے پرفیوم یا باڈی اسپرے استعمال کرنا

مجیب: مفتی محمد قاسم عطاری

فتوی نمبر: 56

تاریخ اجراء: 04ذالحجۃالحرام1442ھ/15جولائی2021ء

دارالافتاء اہلسنت

(دعوت اسلامی)

سوال

کیافرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرعِ متین اس بارے میں کہ بیوہ عدت کے دوران پسینے کی بو ختم کرنے کے لیے پرفیوم(Perfume)یا باڈی اسپرے(Body Spray)استعمال کر سکتی ہے یا نہیں؟

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اَلْجَوَابُ بِعَوْنِ الْمَلِكِ الْوَهَّابِ اَللّٰهُمَّ هِدَايَةَ الْحَقِّ وَالصَّوَابِ

بیوہ کے لیے دورانِ عدت پرفیوم(Perfume)یا باڈی اسپرے(Body Spray)استعمال کرنے کی اجازت نہیں ہے، کیونکہ خوشبو کا استعمال زینت میں شمار ہوتا ہے، جبکہ بیوہ کے لیے کسی بھی قسم کی زینت اختیار کرنا، ناجائز و گناہ ہے۔ اگر پسینے کی وجہ سے مشکل کا سامنا ہو یا اس کی وجہ سے بدن سے بدبو آتی ہو، تو کسی اور جائز طریقے مثلاً غسل یا بغیر خوشبو والے کیمیکل یا کسی چیز کے ذریعے پسینے کی بو ختم کی جا سکتی ہے۔

بیوہ کے لیے دورانِ سوگ خوشبو کا استعمال جائز نہیں۔ نبی پاک صلی اللہ علیہ والہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں: ”لا تحد امراۃ علی میت فوق ثلاث الا علی زوج اربعۃ اشھر وعشرا ولا تلبس ثوبا مصبوغا الا ثوب عصب و لا تکتحل ولا تمس طیبا“ ترجمہ: عورت کسی میت پر تین دن سے زیادہ سوگ نہ کرے، سوائے اپنے شوہر کے کہ اس پر چار ماہ دس دن سوگ کرے اور (دورانِ عدت) رنگے ہوئے کپڑے نہ پہنے، سوائے عصب (نامی رنگ) سے رنگے ہوئے کپڑے (کیونکہ یہ رنگ زینت کے لیے استعمال نہیں ہوتا) اور وہ سرمہ بھی نہ لگائے اور نہ ہی خوشبو استعمال کرے۔ (صحیح مسلم، ج2، ص1127، داراحیاء التراث العربی، بیروت)

تنویر الابصار مع رد المحتار میں ہے: ”تحد (تحد ای وجوبا) مکلفۃ مسلمۃ ولو امۃ منکوحۃ اذا کانت معتدۃ بت او موت“ ترجمہ: مسلمان مکلّف عورت اگرچہ منکوحہ لونڈی ہو، جب طلاقِ بائن (یعنی تین طلاقوں والی یا

ایک یا دو بائن طلاقوں والی) یا موت کی عدت والی ہو، تو اس پر سوگ کرنا واجب ہے۔(تنویر الابصار، ج5، ص220تا221، مطبوعہ پشاور)

تبیین الحقائق میں ہے: "الاحداد وھو ترک الزینۃ والطیب" ترجمہ: سوگ زینت اور خوشبو کے استعمال کو ترک کر دینے کا نام ہے۔(تبیین الحقائق، ج3، ص34، مطبوعہ ملتان)

بہار شریعت میں ہے: "سوگ کے یہ معنی ہیں کہ زینت کو ترک کرے یعنی ہر قسم کے زیور چاندی سونے جواہر وغیرہا کے اور ہر قسم اور ہر رنگ کے ریشم کے کپڑے، اگرچہ سیاہ ہوں، نہ پہنے اور خوشبو کا بدن یا کپڑوں میں استعمال نہ کرے اور نہ تیل کا استعمال کرے، اگرچہ اس میں خوشبو نہ ہو، جیسے روغن زیتون اور کنگھا کرنا اور سیاہ سرمہ لگانا، یوہیں سفید خوشبو دار سرمہ لگانا اور مہندی لگانا اور **زعفران یا کسم یا گیرو کا رنگا ہوا یا سرخ رنگ کا کپڑا پہننا منع ہے، ان سب چیزوں کا ترک واجب ہے، یوہیں پڑیا کا رنگ گلابی، دھانی، چمپئی اور طرح طرح کے رنگ جن میں تزین ہوتا ہے، سب کو ترک کرے۔** جس کپڑے کا رنگ پرانا ہو گیا کہ اب اس کا **پہننا زینت نہیں، اسے پہن سکتی ہے یوہیں سیاہ رنگ کے کپڑے میں بھی حرج نہیں، جبکہ ریشم کے نہ ہوں۔** عذر کی وجہ سے ان چیزوں کا استعمال کر سکتی ہے، مگر اس حال میں اس کا استعمال زینت کے قصد سے نہ ہو درد سر کے وقت کنگھا کر سکتی ہے، مگر اس طرف سے جدھر کے دندانے موٹے ہیں، ادھر سے نہیں جدھر باریک ہوں کہ یہ بال سنوارنے کے لیے ہوتے ہیں اور یہ ممنوع ہے۔"(بہار شریعت، ج2، حصہ8، ص242، مکتبۃ المدینہ، کراچی)

وَاللہُ اَعْلَمُ عَزَّوَجَلَّ وَرَسُوْلُہ اَعْلَم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

دوران عدت جنازے کے ساتھ تھوڑی دور جانے تک کیا عدت ٹوٹ جائے گی؟

مجیب: ابو محمد مفتی علی اصغر عطاری مدنی

فتوی نمبر: Nor-12883

تاریخ اجراء: 04ذوالحجۃالحرام1444ھ/23جون2023ء

دارالافتاء اہلسنت

(دعوت اسلامی)

سوال

کیا فرماتے ہیں علمائے کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ ابھی کچھ دن قبل میرے ماموں کا انتقال ہوا، جب جنازہ گھر سے باہر لے جایا گیا تو ان کی بیوہ روتی ہوئی جنازے کے ساتھ ہی گھر سے باہر نکل گئیں اور تھوڑی دور تک جنازے کے ساتھ چلتی رہیں پھر انہیں گھر واپس لایا گیا۔

آپ سے معلوم یہ کرنا ہے کہ دورانِ عدت بیوہ کا جنازے کے ساتھ یوں گھر سے باہر نکلنا جائز تھا؟ نیز کیا گھر سے نکلنے کی بنا پر ان کی عدت ٹوٹ گئی؟ اور اگر عدت ٹوٹ گئی ہے تو اب اس کا کفارہ کیا ہے؟

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اَلْجَوَابُ بِعَوْنِ الْمَلِکِ الْوَھَّابِ اَللّٰھُمَّ ھِدَایَۃَ الْحَقِّ وَالصَّوَابِ

شوہر نے جس مکان میں بیوی کو رکھا ہوا تھا اس کے انتقال پر اسی مکان میں عدت گزارنا عورت پر واجب ہوتا ہے، بلا ضرورتِ شرعیہ اس مکان سے نکلنا ناجائز و گناہ ہے۔ لہذا پوچھی گئی صورت میں بیوہ دورانِ عدت بلا ضرورتِ شرعیہ شوہر کے مکان سے نکلنے کے سبب گنہگار ہوئی۔ اس گناہ سے توبہ کرے اور اپنی بقیہ عدت شوہر کے مکان میں ہی پوری کرے۔

البتہ جہاں تک عدت ٹوٹنے کا سوال ہے تو یہ یاد رہے کہ اگر کوئی عورت دورانِ عدت بلا ضرورتِ شرعیہ شوہر کے گھر سے نکل بھی جائے یا پھر عورت ایسا کام کرلے جو عدت میں کرنے کی اجازت نہیں، تب بھی اس کی عدت باقی رہتی ہے جو کہ شریعت کے مقرر کردہ وقت پر ہی ختم ہوتی ہے، لہذا پوچھی گئی صورت میں حکمِ شرع یہی ہے کہ بیوہ اپنی بقیہ عدت شوہر کے مکان میں ہی پوری کرے اور اس دوران بلا ضرورتِ شرعیہ گھر سے باہر نہ نکلے، دورانِ عدت گھر سے باہر نکلنے پر سوائے اس گناہ سے توبہ کرنے کے الگ سے کوئی کفارہ شریعت نے بیان نہیں کیا۔

عدتِ وفات کے متعلق ارشادِ باری تعالیٰ ہے: ''وَالَّذِیۡنَ یُتَوَفَّوۡنَ مِنۡكُمۡ وَیَذَرُوۡنَ اَزۡوَاجًا یَّتَرَبَّصۡنَ بِاَنۡفُسِهِنَّ اَرۡبَعَةَ اَشۡهُرٍ وَّعَشۡرًا'' ترجمہ کنزالایمان: ''اور تم میں جو مریں اور بیبیاں چھوڑیں وہ چار مہینے دس دن اپنے آپ کو روکے رہیں۔'' (القرآن الکریم: پارہ2، سورۃ البقرۃ، آیت234)

اس آیتِ مبارکہ کے تحت تفسیرِ خزائن العرفان میں ہے: ''حاملہ کی عدت تو وضع حمل ہے جیسا کہ سورہ طلاق میں مذکور ہے یہاں **غیر حاملہ کا بیان ہے جس کا شوہر مر جائے اس کی عدت چار ماہ دس روز ہے۔اس مدت میں** نہ وہ نکاح کرے، **نہ اپنا مسکن چھوڑے**، نہ بے عذر تیل لگائے، نہ خوشبو لگائے، نہ سنگار کرے، نہ رنگین اور ریشمیں کپڑے پہنے، نہ مہندی لگائے، نہ جدید نکاح کی بات چیت کھل کر کرے۔'' (تفسیرِ خزائن العرفان، ص80، مکتبۃ المدینہ، کراچی)

شوہر کی موت کے وقت عورت جس مکان میں رہ رہی تھی اسی مکان میں عدت گزارنا اس پر واجب ہے۔ جیسا کہ فتاویٰ عالمگیری میں ہے: ''علی المعتدۃ ان تعتد فی المنزل الذی یضاف الیھا بالسکنیٰ حال وقوع الفرقۃ والموت کذافی الکافی'' یعنی معتدہ پر لازم ہے کہ اسی گھر میں عدت گزارے جو جدائی یا موت کے وقت اس کی جائے سکونت تھا جیسا کہ کافی میں مذکور ہے۔ (فتاوی عالمگیری، ج 01، ص 535، مطبوعہ پشاور)

فتاوٰی رضویہ میں ہے: ''**(معتدہ کو) چار مہینے دس دن وہیں (یعنی مکانِ مسکونہ میں) گزارنا فرض ہے**، اللہ عزوجل کے ادائے فرض میں حیلے نہ کیے جائیں واللہ یعلم المفسد من المصلح (اللہ تعالیٰ مفسد اور مصلح کو جانتا ہے۔)'' (فتاوی رضویہ، ج13، ص330، رضا فاؤنڈیشن، لاہور)

فتاوٰی امجدیہ میں ہے: ''عورت کو زمانہ عدت میں۔۔۔ بغیر ضرورت شرعیہ نکلنا حرام ہے۔'' (فتاوی امجدیہ، ج02، ص285، مکتبۃ رضویہ، کراچی، ملتقطاً)

مفتی وقار الدین علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں: ''شوہر کی موت کے وقت بیوی، جس مکان میں رہ رہی تھی اسی میں اس کو عدت گزارنی واجب ہے۔ اس مکان سے بلا عذر کسی دوسرے مکان میں عدت کیلئے جانا، ناجائز ہے۔'' (وقار الفتاوٰی، ج 03، ص206، بزم وقار الدین)

دورانِ عدت بلا ضرورتِ شرعیہ شوہر کے مکان سے نکل جانے سے عدت ختم نہیں ہوتی۔ جیسا کہ سیدی اعلیٰ حضرت علیہ الرحمہ ایک سوال کے جواب میں ارشاد فرماتے ہیں: ''(صورتِ مسئولہ میں) **عدت کے اندر اسے دوسری جگہ لے جانا حرام تھا** اور جب تک وہاں رکھا یہ بھی حرام ہوا **مگر اس سے عدت جاتی نہ رہی موت سے چار مہینے دس دن تک شوہر ہی کے مکان پر رہنا پڑے گا۔**'' (فتاوی رضویہ، ج13، ص333، رضا فاؤنڈیشن، لاہور)

دارالافتاء اہلسنّت (دعوتِ اسلامی)
Darul Ifta AhleSunnat

ریفرینس نمبر: Sar 6687　　بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ　　تاریخ: 17-07-2019

دورانِ عدت عورت کا ختم میں شرکت کرنے کے لیے گھر سے نکلنا کیسا؟

کیا فرماتے ہیں علمائے کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ میرے شوہر کا انتقال ہو چکا ہے اور میں عدت میں ہوں۔ مرحوم کے ایصالِ ثواب کے لیے ان کے والد کے گھر ختم کا اہتمام کیا جاتا ہے، کیونکہ گھر وسیع ہے، جس میں مہمان آسانی سے آسکتے ہیں، تو کیا میں دورانِ عدت ختم میں شرکت کے لیے اپنے شوہر کے گھر سے باہر نکل کر دوسری گلی میں سسر کے گھر جا سکتی ہوں؟

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الجواب بعون الملک الوھاب اللھم ھدایۃ الحق والصواب

عورت کا دورانِ عدت بلاضرورت گھر سے باہر نکلنا جائز نہیں اور ختم میں شرکت کرنا ضرورت میں داخل نہیں، کیونکہ ختم سے مقصود مرحوم کو ایصالِ ثواب کرنا ہے اور یہ کام عورت اپنے گھر میں رہ کر ذکر و اذکار وغیرہ کے ذریعے بھی بآسانی کر سکتی ہے۔

دورانِ عدت گھر سے باہر نہ نکلنے کے بارے میں ارشادِ خداوندی ہے:﴿ لَا تُخۡرِجُوۡهُنَّ مِنۡۢ بُيُوۡتِهِنَّ وَ لَا يَخۡرُجۡنَ ﴾ ترجمہ کنزالایمان: عدت میں انہیں ان کے گھروں سے نہ نکالو اور نہ وہ آپ نکلیں۔

(القرآن، سورۃ الطلاق، آیت 01)

مذکورہ بالا آیت کے تحت تفسیر صراط الجنان میں ہے: ”یعنی اے لوگو! عدت کے دنوں میں عورتوں کو ان کے گھروں سے نہ نکالو اور نہ اس دوران وہ خود اپنی رہائش گاہ سے نکلیں۔۔۔ کیونکہ یہ رہائش محض شوہر کا حق نہیں

ہے، جو اس کی رضامندی سے ساقط ہو جائے، بلکہ یہ شریعت کا حق بھی ہے۔"
(تفسیر صراط الجنان، ج10، ص197، مطبوعہ مکتبۃ المدینہ، کراچی)

علامہ محمد امین ابن عابدین شامی قدس سرہ السامی لکھتے ہیں:"لا تخرج المعتدۃ عن طلاق أو موت الا الضرورۃ" یعنی جس عورت کو طلاق ہو جائے یا جس کا شوہر فوت ہو جائے، وہ دورانِ عدّت کسی ضرورت کے بغیر گھر سے نہیں نکل سکتی۔ (ردالمحتار، کتاب الطلاق، فصل فی الحداد، ج05، ص229، مطبوعہ کوئٹہ)

صدرالشریعہ بدرالطریقہ حضرت علامہ مولانا مفتی محمد امجد علی اعظمی علیہ رحمۃ اللہ القوی اس بارے میں ارشاد فرماتے ہیں:"موت یا فرقت کے وقت جس مکان میں عورت کی سکونت تھی اسی مکان میں عدت پوری کرے اور یہ جو کہا گیا ہے کہ گھر سے باہر نہیں جا سکتی، اس سے مراد یہی گھر ہے اور اس گھر کو چھوڑ کر دوسرے مکان میں بھی سکونت نہیں کر سکتی مگر بضرورت۔۔۔ آج کل معمولی باتوں کو جس کی کچھ حاجت نہ ہو محض طبیعت کی خواہش کو ضرورت بولا کرتے ہیں، وہ یہاں مراد نہیں، بلکہ ضرورت وہ ہے کہ اس کے بغیر چارہ نہ ہو۔"
(بہارِ شریعت، حصہ8، ج02، ص245، مکتبۃ المدینہ، کراچی)

واللہ اعلم عزوجل و رسولہ اعلم صلی اللہ تعالیٰ علیہ و آلہ وسلم

الجواب صحیح
مفتی محمد قاسم عطاری

کتبہ
المتخصص فی الفقہ الاسلامی
عبدالرب شاکر عطاری مدنی
13 ذیقعدۃ الحرام 1440ھ/17 جولائی 2019ء

شوہر کے دو مکان ہوں تو عورت وفات کی عدت کہاں گزارے؟

مجیب: مولانا محمد کفیل رضا عطاری مدنی

فتوی نمبر: Web-1083

تاریخ اجراء: 29 صفر المظفر 1445ھ / 16 ستمبر 2023ء

دار الافتاء اہلسنت

(دعوت اسلامی)

سوال

اسلامی بہن کے شوہر کا انتقال ہوا ان کے دو گھر ہیں، ایک شہر میں اور ایک گاؤں میں (دونوں کے درمیان شرعی سفر نہیں ہے)، شوہر اپنی فیملی (بیوی، بچوں) کے ساتھ شہر والے گھر میں مقیم تھے۔ لیکن کسی کام سے صرف شوہر گاؤں گئے اور وہیں وفات و تدفین ہوئی، زوجہ کو اطلاع شہر والے گھر میں ملی، سوال یہ ہے کہ ان کی زوجہ عدت کون سے گھر میں گزاریں گی؟

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اَلْجَوَابُ بِعَوْنِ الْمَلِکِ الْوَھَّابِ اَللّٰھُمَّ ھِدَایَۃَ الْحَقِّ وَالصَّوَابِ

پوچھی گئی صورت میں ان اسلامی بہن پر شہر والے گھر ہی میں عدت گزارنا واجب ہے کہ وفات سے پہلے شوہر نے جس گھر میں زوجہ کو رہائش دی ہوئی تھی، معتدہ عورت پر اسی گھر میں عدت گزارنا واجب ہوتا ہے۔

فتاویٰ عالمگیری میں ہے: ”علی المعتدۃ ان تعتد فی المنزل الذی یضاف الیھا بالسکنیٰ حال وقوع الفرقۃ والموت، لو کانت زائرۃ اھلھا او کانت فی غیر بیتھا لامر حین وقوع الطلاق انتقلت الی بیت سکناھا بلا تأخیر، و کذا فی عدۃ الوفاۃ“ یعنی شوہر کی موت یا فرقت کے وقت معتدہ عورت جس مکان میں رہائش پذیر تھی، اسی مکان میں عدت گزارے گی، لہٰذا اگر طلاق واقع ہوتے وقت والدین کے گھر تھی یا کسی کام کی غرض سے اپنے گھر کے علاوہ کہیں اور تھی، تو بغیر تاخیر کئے اپنے رہائشی گھر لوٹ آئے، اسی طرح عدت وفات میں بھی ہے۔ (الفتاویٰ الھندیۃ، کتاب الطلاق، باب الحداد، جلد 1، صفحہ 559، مطبوعہ بیروت)

وقار الفتاویٰ میں ہے: ”شوہر کی موت یا طلاق کے وقت عورت جس مکان میں ہو گی اسی میں عدت گزارے گی، بغیر مجبوری کے مکان تبدیل نہیں کر سکتی۔“ (وقار الفتاویٰ، کتاب الطلاق، باب العدۃ، جلد 3، صفحہ 202، مطبوعہ کراچی)

فتاویٰ بحر العلوم میں ہے: ”عورت طلاق سے پہلے جس گھر میں شوہر کیساتھ رہتی تھی طلاق کے بعد اسی گھر میں عدت کے دن پورے کرنا عورت پر واجب ہے۔“ (فتاویٰ بحر العلوم، کتاب الطلاق، جلد 3، صفحہ 423، مطبوعہ لاہور)

وَاللّٰہُ اَعْلَمُ عَزَّوَجَلَّ وَرَسُوْلُہ اَعْلَم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

عدت کے دوران خوشبودار صابن یا شیمپو استعمال کرنا

مجیب: مفتی محمد قاسم عطاری

فتوی نمبر:57

تاریخ اجراء: 17ذوالحجۃالحرام1442ھ/28جولائی2021ء

دارالافتاء اہلسنت

(دعوت اسلامی)

سوال

کیافرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرعِ متین اس بارے میں کہ بیوہ کے لیے عدت کے دوران خوشبو والا شیمپو یا صابن استعمال کرنا کیسا ہے؟

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اَلْجَوَابُ بِعَوْنِ الْمَلِكِ الْوَهَّابِ اَللّٰهُمَّ هِدَايَةَ الْحَقِّ وَالصَّوَابِ

بیوہ کے لیے دورانِ عدت شیمپو استعمال کرنے کی اجازت نہیں ہے، خواہ وہ خوشبو والا ہو یا بغیر خوشبو کے۔ خوشبو والا تو اس لیے منع ہے کہ خوشبو کا استعمال زینت میں شمار ہوتا ہے، جبکہ بیوہ کے لیے کسی بھی قسم کی زینت اختیار کرنا، ناجائز وگناہ ہے اور بغیر خوشبو والا شیمپو اس لیے منع ہے کہ وہ بالوں کی صفائی کے ساتھ اُنہیں چمکدار اور ملائم بھی کرتا ہے، جبکہ بیوہ کو دورانِ عدت بالوں کو نرم وملائم اور چمکدار کرنے کے لیے کوئی چیز استعمال کرنے کی اجازت نہیں ہے کہ یہ بھی زینت میں داخل ہے، ہاں اگر کوئی ایسا شیمپو ہو جو صرف میل دور کرنے یا جوئیں مارنے کا کام کرے اور چمک وملائمت پیدا نہ کرے، اس کی اجازت ہے جیسے دیسی ٹوٹکوں سے بعض اوقات ایسے شیمپو بنائے جاتے ہیں۔

اور ایسا صابن جو خوشبودار ہو یا رنگت میں نکھار اور خوبصورتی پیدا کرتا ہو جیسا کہ مارکیٹ میں اس طرح کے صابن دستیاب ہیں کہ جو جلد کی صفائی کے ساتھ رنگت کو گورا بھی کرتے ہیں (جنہیں بیوٹی سوپ یا وائٹننگ سوپ (Beauty soap/whitening soap) کے نام سے جانا جاتا ہے)، ایسے صابن کا استعمال بھی ممنوع ہے، کیونکہ خوشبو والی یا رنگت کو خوبصورت بنانے والی کوئی چیز استعمال کرنا زینت میں داخل ہے، جس کی بیوہ کو اجازت نہیں ہے۔ البتہ ایسا صابن کہ جو نہ تو خوشبودار ہو، نہ رنگت کو خوبصورت بنائے، بلکہ محض صفائی ستھرائی کا کام کرتا ہو، دورانِ عدت اسے استعمال کرنے کی اجازت ہے کہ یہ زینت میں داخل نہیں۔

بیوہ کے لیے دورانِ سوگ خوشبو کا استعمال جائز نہیں۔ نبی پاک صلی اللہ علیہ والہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں: "لا تحد امراۃ علی میت فوق ثلاث الا علی زوج اربعۃ اشھر وعشرا ولا تلبس ثوبا مصبوغا الا ثوب عصب ولا تکتحل ولا تمس طیبا" ترجمہ: عورت کسی میت پر تین دن سے زیادہ سوگ نہ کرے، سوائے اپنے شوہر کے کہ اس پر چار ماہ دس دن سوگ کرے اور (دورانِ عدت) رنگے ہوئے کپڑے نہ پہنے، سوائے عصب (نامی رنگ) سے رنگے ہوئے کپڑے (کیونکہ یہ رنگ زینت کے لیے استعمال نہیں ہوتا) اور وہ نہ سرمہ لگائے اور نہ ہی خوشبو لگائے۔ (صحیح مسلم، ج2، ص1127، دار احیاء التراث العربی، بیروت)

تنویر الابصار مع رد المحتار میں ہے: "تحد (تحدای وجوبا) مکلفۃ مسلمۃ ولو امۃ منکوحۃ اذا کانت معتدۃ بت او موت" ترجمہ: مسلمان مکلّف عورت اگرچہ منکوحہ لونڈی ہو، جب طلاقِ بائن (یعنی تین طلاقوں والی یا ایک یا دو بائن طلاقوں والی) یا موت کی عدت والی ہو، تو اس پر سوگ کرنا واجب ہے۔ (تنویر الابصار، ج5، ص220 تا 221، مطوعہ پشاور)

تبیین الحقائق میں ہے: "الاحداد وھو ترک الزینۃ والطیب" ترجمہ: سوگ زنیت اور خوشبو کے استعمال کو ترک کر دینے کا نام ہے۔ (تبیین الحقائق، ج3، ص34، مطبوعہ ملتان)

جو چیز چہرے میں نکھار اور رنگت کو خوبصورت بنائے، دورانِ عدت اس کا استعمال بھی ممنوع ہے۔ چنانچہ حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں: "دخل علی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حین توفی ابو سلمۃ وقد جعلت علی عینی صبرا فقال ما ھذا یا ام سلمۃ؟ فقلت انما ھو صبر یا رسول اللہ لیس فیہ طیب قال انہ یشب الوجہ فلا تجعلیہ الا باللیل وتنزعینہ بالنہار" ترجمہ: جب حضرت ابو سلمہ فوت ہوئے، تو نبی پاک صلی اللہ علیہ والہ وسلم میرے پاس تشریف لائے اور میں نے اپنے چہرے پر ایلوا لگا رکھا تھا، تو نبی پاک صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے فرمایا: اے ام سلمہ! یہ کیا ہے؟ میں نے عرض کیا: یا رسول اللہ! یہ ایلوا ہے، جس میں خوشبو نہیں ہے۔ نبی پاک صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے ارشاد فرمایا: یہ چہرے کو نکھارتا ہے، پس اسے نہ لگاؤ، مگر (ضرورتاً لگانا پڑے) تو رات کو لگاؤ اور دن کو اتار لو۔ (سنن ابی داؤد، ج2، ص292، الرقم 2305، مطبوعہ بیروت)

اس کے تحت مفتی احمد یار خان نعیمی علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں: "یعنی عدت میں صرف خوشبو ہی ممنوع نہیں، بلکہ زینت بھی ممنوع ہے، ایلوا خوشبودار تو نہیں، مگر چہرے کا رنگ نکھار دیتا ہے، اسے رنگین بھی کر دیتا ہے، لہٰذا زینت ہونے کی وجہ سے اس کا لیپ ممنوع ہے۔ اگر لیپ کی ضرورت ہی ہو، تو رات میں لگا لیا کرو۔" (مرآۃ المناجیح، ج5، ص154، نعیمی کتب خانہ، گجرات)

دورانِ عدت ایسی چیز استعمال کرنا بھی ممنوع ہے کہ جو بالوں کو نرم و ملائم اور چمکدار بنائے۔ علامہ شامی علیہ الرحمۃ سوگ والی عورت کے لیے بغیر خوشبو والے تیل کے ممنوع ہونے کی علت بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں: "(قولہ کزیت خالص) ای من الطیب و کالشیرج والسمن وغیر ذلک، لانہ یلین الشعر فیکون زینۃ زیلعی، وبہ ظھر ان الممنوع استعمالہ علی وجہ یکون فیہ زینۃ، فلا تمنع من مسہ بید لعصر، او بیع او اکل "ترجمہ: مصنف کا قول خالص زیتون کا تیل لگانا منع ہے یعنی جو خوشبو سے خالص (پاک) ہو اور یہی حکم تل کے تیل اور گھی وغیرہ کا ہے، **کیونکہ یہ بالوں کو نرم کرتا ہے، لہٰذا یہ زینت میں آئے گا۔ اسی سے ظاہر ہو گیا کہ اس کا استعمال زینت کے طور پر کرنا ممنوع ہے**، پس اسے نچوڑنے، بیچنے اور کھانے کے لیے انہیں ہاتھ سے چھونا منع نہیں ہے۔ (رد المحتار، ج 5، ص 221 تا 222، مطبوعہ پشاور)

بنایہ شرح ہدایہ میں تیل استعمال کرنے کے ممنوع ہونے کی علت یہ بیان کی گئی: "لانہ یحسنہ و یزید فیہ بھجۃ" ترجمہ: کیونکہ تیل بالوں کو خوبصورت بناتا اور اس کی چمک میں اضافہ کرتا ہے۔ (البنایۃ شرح الھدایۃ، ج 5، ص 621، دار الکتب العلمیۃ، بیروت)

وَاللہُ اَعْلَمُ عَزَّوَجَلَّ وَرَسُوْلُہ اَعْلَم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

عدت کے دوران سرخ لباس پہننا کیسا ہے؟

مجیب: مفتی محمد قاسم عطاری

فتوی نمبر: 58

تاریخ اجراء: 03ذالحجۃالحرام1442ھ/14جولائی2021ء

دارالافتاءاہلسنت

(دعوت اسلامی)

سوال

کیافرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرعِ متین اس بارے میں کہ کسی کا شوہر فوت ہو گیا، تو بیوہ کے لیے دورانِ عدت سرخ لباس پہننا کیسا ہے؟

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اَلْجَوَابُ بِعَوْنِ الْمَلِكِ الْوَهَّابِ اَللّٰهُمَّ هِدَايَةَ الْحَقِّ وَالصَّوَابِ

بیوہ کے لیے دورانِ عدت سرخ لباس پہننا ناجائز و گناہ ہے، کیونکہ بیوہ پر عدت کے دوران سوگ کا اظہار کرنا واجب ہوتا ہے اور سوگ کا مطلب یہ ہے کہ عورت ہر قسم کی زینت ترک کر دے، جبکہ سرخ لباس زینت کے طور پر پہنا جاتا ہے، لہٰذا یہ لباس پہننا جائز نہیں ہے۔ البتہ اگر اس کا رنگ اتنا پرانا ہو چکا ہو کہ اب اس لباس کو بطورِ زینت استعمال نہ کیا جاتا ہو، تو ایسا سرخ لباس پہننے میں حرج نہیں، کیونکہ ممانعت کی اصل وجہ زینت ہے اور وہ یہاں نہیں پائی جا رہی۔

بیوہ پر دورانِ عدت سوگ کا اظہار کرنا واجب ہے۔ نبی پاک صلی اللہ علیہ والہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں: ”لا تحد امراۃ علی میت فوق ثلاث الا علی زوج اربعة اشھر و عشرا و لا تلبس ثوبا مصبوغا الا ثوب عصب“ ترجمہ: عورت کسی میت پر تین دن سے زیادہ سوگ نہ کرے، سوائے اپنے شوہر کے کہ اس پر چار ماہ دس دن سوگ کرے اور (دورانِ عدت) رنگے ہوئے کپڑے نہ پہنے، سوائے عصب (نامی رنگ) سے رنگے ہوئے کپڑے (کیونکہ یہ رنگ زینت کے لیے استعمال نہیں ہوتا)۔ (صحیح مسلم، ج2، ص1127، دار احیاء التراث العربی، بیروت)

تنویر الابصار مع رد المحتار میں ہے: ”تحد (تحدای وجوبا) مکلفة مسلمة ولو امة منکوحة اذا کانت معتدة بت او موت“ ترجمہ: مسلمان مکلّف عورت اگرچہ منکوحہ لونڈی ہو، جب طلاقِ بائن (یعنی تین طلاقوں والی یا ایک یا دو بائن طلاقوں والی) یا موت کی عدت والی ہو، تو اس پر سوگ کرنا واجب ہے۔ (تنویر الابصار، ج5، ص220تا221، مطبوعہ پشاور)

سوگ ترکِ زینت کو کہتے ہیں۔ چنانچہ تبیین الحقائق میں ہے:"الاحداد وھو ترک الزینۃ والطیب"ترجمہ: سوگ زنیت اور خوشبو کے استعمال کو ترک کر دینے کا نام ہے۔(تبیین الحقائق، ج3، ص34، مطبوعہ ملتان)

دورانِ عدت عورت کے لیے سرخ یا ایسا لباس جو زینت کے لیے پہنا جاتا ہو، پہننا جائز نہیں ہے۔ فتاوی عالمگیری میں ہے:"والحداد الاجتناب عن الطیب والدھن والکحل والحناء والخضاب ولبس المطیب والمعصفر والثوب الاحمر۔۔قال شمس الائمۃ المراد من الثیاب المذکورۃ ما کان جدیدا منھا تقع بہ الزینۃ، اما اذا کان خلقا لا تقع بہ الزینۃ فلا باس بہ کذا فی المحیط۔۔ وانما یلزمھا الاجتناب فی حالۃ الاختیار، اما فی حالۃ الاضطرار فلا باس بھا"ترجمہ: خوشبو، تیل، سرمہ، مہندی، خضاب لگانے، مطیب (خوشبو والے)، معصفر (زرد) اور سرخ رنگ کے کپڑے پہننے۔۔ نیز زیور پہننے، زینت اختیار کرنے اور کنگھی کرنے سے بچنے کا نام سوگ ہے، جیسا کہ تاتارخانیہ میں ہے۔ امام شمس الائمہ نے فرمایا کہ مذکورہ کپڑوں سے مراد نئے کپڑے ہیں، جن سے زینت اختیار کی جاتی ہے، اگر ان کپڑوں کا رنگ بوسیدہ (پرانا) ہو گیا ہو، جس سے زینت اختیار نہ کی جاتی ہو، اس کو پہننے میں کوئی حرج نہیں جیسا کہ محیط میں ہے۔۔ اور ان سب چیزوں سے بچنے کا حکم حالتِ اختیار (نارمل حالت) میں ہے، مجبوری کی حالت میں حرج نہیں۔(فتاوی عالمگیری، ج1، ص533، دارالفکر، بیروت)

بہار شریعت میں ہے:"سوگ کے یہ معنی ہیں کہ زینت کو ترک کرے یعنی ہر قسم کے زیور چاندی سونے جواہر وغیرہا کے اور ہر قسم اور ہر رنگ کے ریشم کے کپڑے، اگرچہ سیاہ ہوں۔۔ یوہیں سفید خوشبودار سرمہ لگانا اور مہندی لگانا **اور زعفران یا کسم یا گیرو کا رنگا ہوا یا سرخ رنگ کا کپڑا پہننا منع ہے، ان سب چیزوں کا ترک واجب ہے، یوہیں پڑیا کا رنگ گلابی، دھانی، چپئی اور طرح طرح کے رنگ جن میں تزین ہوتا ہے، سب کو ترک کرے۔ جس کپڑے کا رنگ پرانا ہو گیا کہ اب اس کا پہننا زینت نہیں، اسے پہن سکتی ہے، یوہیں سیاہ رنگ کے کپڑے میں بھی حرج نہیں، جبکہ ریشم کے نہ ہوں۔"**(بہار شریعت، ج2، حصہ8، ص242، مکتبۃ المدینہ، کراچی)

وَاللہُ اَعْلَمُ عَزَّوَجَلَّ وَرَسُوْلُہ اَعْلَم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

عدت میں 40 دن کے بعد نئے کپڑے پہننا

مجیب: مولانا محمد سجاد عطاری مدنی

فتوی نمبر: WAT-2196

تاریخ اجراء: 05 جمادی الاول 1445ھ / 20 نومبر 2023ء

دار الافتاء اہلسنت

(دعوت اسلامی)

سوال

میرا سوال یہ ہے کہ ایک اسلامی بہن کے شوہر کا انتقال ہو گیا، 40 دن پورے ہونے کے بعد ان کی بیوی کو رشتے داروں نے نئے کپڑے دیئے تو کیا 40 دن کے بعد وہ اسلامی بہن نئے کپڑے پہن سکتی ہے؟

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اَلْجَوَابُ بِعَوْنِ الْمَلِکِ الْوَھَّابِ اَللّٰھُمَّ ھِدَایَۃَ الْحَقِّ وَالصَّوَابِ

جس عورت کا شوہر فوت ہو جائے اس پر عدت میں سوگ منانا ضروری ہوتا ہے۔ اور سوگ کا مطلب یہ ہے کہ عورت عدت میں زینت کو ترک کرے اور نئے کپڑے پہننا بھی زینت میں داخل ہے، لہذا جب تک عدت باقی ہو بلا ضرورت شرعی نئے کپڑے نہیں پہن سکتی۔

اور عدت کے متعلق تفصیل درج ذیل ہے:

فوت شدہ شخص کی حاملہ بیوی کی عدت بچہ پیدا ہونے تک ہے، جب بچہ پیدا ہو جائے عدت ختم ہو جاتی ہے، اگرچہ بچہ اسی دن پیدا ہو جائے، اور اب اس کا سوگ بھی ختم ہو جاتا ہے لہذا وہ نئے کپڑے پہن سکتی ہے اور اگر بچہ پیدا نہیں ہوا، اگرچہ آٹھ ماہ گزر چکے ہوں تو نئے کپڑے بھی نہیں پہن سکتی۔

اور غیر حاملہ بیوی کی عدت چار ماہ دس دن ہے، اگر شوہر کا انتقال چاند کی پہلی تاریخ کو ہوا ہو تو چاند کے اعتبار سے چار مہینے ہو کر وقت وفات کے اعتبار سے پانچویں مہینے کے دس دن گزر جائیں۔ اور اگر چاند کی پہلی کے علاوہ کسی اور تاریخ کو انتقال ہوا تو مکمل 130 دن گزر جائیں۔ اور اسی اعتبار سے اس عورت پر سوگ منانا بھی لازم ہو گا۔ لہذا ان صورتوں میں یہ عورت 40 دن پورے ہونے کے بعد بلا ضرورت شرعی نئے کپڑے نہیں پہن سکتی، جب عدت پوری ہو گی تو اس کے بعد ہی نئے کپڑے پہن سکے گی۔

فتاوی ہندیہ میں ہے:"والحداد الاجتناب عن الطیب والدھن والکحل والحناء والخضاب ولبس المطیب والمعصفر والثوب الاحمر ولبس الحلی والتزین والامتشاط کذافی التتارخانیۃ، قال شمس الائمۃ المراد من الثیاب المذکورۃ ما کان جدیدا منھا تقع بہ الزینۃ، اما اذا کان خلقا لا تقع بہ الزینۃ فلا باس بہ کذافی المحیط وانما یلزمھا الاجتناب فی حالۃ الاختیار، اما فی حالۃ الاضطرار فلا باس بھا"ترجمہ: سوگ نام ہے خوشبو، تیل، سرمہ، مہندی، خضاب لگانے، خوشبودار، معصفر اور سرخ کپڑے پہننے، نیز زیور پہننے، زینت اختیار کرنے اور کنگھی کرنے سے بچنے کا، جیسا کہ تاتارخانیہ میں ہے۔ امام شمس الائمہ نے فرمایا کہ مذکورہ کپڑوں سے مراد نئے کپڑے ہیں، جن سے زینت اختیار کی جاتی ہے، اگر پرانے ہوں، جن سے زینت اختیار نہ کی جاتی ہو، ان کو پہننے میں کوئی حرج نہیں۔ جیسا کہ محیط میں ہے۔۔۔ ان سب چیزوں سے بچنا اختیار کی حالت میں ہے ، اضطرار (مجبوری) کی حالت میں کوئی حرج نہیں۔(ملتقطاًاز فتاوی ہندیہ، کتاب الطلاق، الباب الرابع عشر، ج1، ص533، مطبوعہ پشاور)

وَاللہُ اَعْلَمُ عَزَّوَجَلَّ وَرَسُوْلُہ اَعْلَم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

عدت میں سیاہی مائل خضاب استعمال کرنا کیسا؟

مجیب: ابو محمد محمد سرفراز اختر عطاری

مصدق: مفتی فضیل رضا عطاری

تاریخ اجراء: ماہنامہ فیضانِ مدینہ فروری 2023

دارالافتاء اہلسنت

(دعوت اسلامی)

سوال

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ کے بارے میں کہ کیا عورت عدتِ وفات میں ڈارک براؤن کلر جو سیاہ محسوس ہو، لگا سکتی ہے یا نہیں؟

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اَلْجَوَابُ بِعَوْنِ الْمَلِكِ الْوَهَّابِ اَللّٰهُمَّ هِدَايَةَ الْحَقِّ وَالصَّوَابِ

سیاہ خضاب، جہاد کے علاوہ مطلقاً، ناجائز و حرام ہے اور سیاہ کے تمام افراد سیاہی میں برابر نہیں ہوتے، کچھ میں سیاہی کا وصف شدید ہوتا ہے جس کی وجہ سے ان میں کسی دوسرے کلر کا شبہہ تک نہیں ہوتا، جبکہ بعض سیاہ کلر دوسرے کلر کی طرف مائل ہوتے ہیں جیسا کہ مہندی میں نیل کے پتے زیادہ مقدار میں شامل کر کے خضاب کیا جائے تو بال سیاہ ہو جاتے ہیں مگر اس کی سیاہی، نیلے کلر کی طرف مائل ہوتی ہے۔ یہ بھی سیاہ کلر ہے اور اس کا لگانا بھی حرام ہے۔ اس تفصیل کے مطابق ڈارک براؤن کلر، جس کو لگانے سے بال سیاہ معلوم ہوتے ہوں وہ بھی سیاہ کے حکم میں ہے اور اس کا لگانا بھی ناجائز و حرام ہے، صرف نام براؤن ہونے سے وہ جائز نہیں ہو جائے گا۔ پھر یہاں تو عدت میں لگانے کا سوال کیا جا رہا ہے ، یہ اور زیادہ شنیع و قبیح ہے کہ عدت وفات اور طلاق بائن و مغلظہ کی عدت میں عورت کو بناؤ سنگار ناجائز و ممنوع ہے، اور خضاب بھی بناؤ سنگار کی قبیل سے ہے، یہ چاہے کالے کے علاوہ کسی اور کلر کا ہو، عدت میں ممنوع و ناجائز ہے، چہ جائیکہ کہ کالا کلر وہ اور زیادہ شنیع و ممنوع ہے، لہٰذا عدت و غیر عدت میں سیاہ کلر لگانے سے بچنا ضروری ہے۔

یاد رہے یہاں عدت کی وجہ سے سیاہ کے علاوہ دیگر کلر بھی ممنوع قرار دیئے گئے، ورنہ سیاہ کے علاوہ دوسرے کلر کا خضاب لگانے کی مردوں کو مطلقاً اور عورتوں کو عدت کے علاوہ اجازت ہے، اس میں حرج نہیں اور یہ بھی دو طرح کے ہوتے ہیں، بعض وہ کلر کہ جن میں سیاہی کا شبہہ تک نہیں ہوتا اور بعض وہ ہوتے ہیں کہ جو سیاہی کی طرف مائل ہوتے ہیں جیسا کہ علماء نے مہندی میں کتم (یہ ایک مخصوص جڑی بوٹی کا نام ہے) کے پتے شامل کرنے کے متعلق فرمایا کہ اس

سے سرخی میں پختگی آجاتی ہے اور سرخ کلر کا قاعدہ ہے کہ گہرا ہو تو سیاہی مائل ہو جاتا ہے۔ یہاں بھی اس میلان کا اعتبار نہیں اور اس کا لگانا جائز ہے بلکہ مہندی میں کتم کے پتے شامل کر کے لگانا کہ جس سے گہرا سرخ کلر حاصل ہو، تنہا مہندی سے بہتر ہے اور سب سے بہتر خضاب، زرد کلر کا ہے جیسا کہ احادیثِ طیبہ میں اس کی ترغیب ارشاد ہوئی۔

وَاللہُ اَعْلَمُ عَزَّوَجَلَّ وَرَسُوْلُہ اَعْلَم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

عدتِ وفات کب سے شروع ہوگی؟

مجیب: ابو محمد مفتی علی اصغر عطاری مدنی

فتوی نمبر: Nor-13169

تاریخ اجراء: 21 جمادی الاولی 1445ھ/06 دسمبر 2023ء

دار الافتاء اہلسنت

(دعوت اسلامی)

سوال

کیا فرماتے ہیں علمائے کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ اگر شوہر کا بیرونِ ملک انتقال ہو جائے اور بیوی پاکستان میں ہو، پاکستان لاش پہنچنے میں چند دن لگ سکتے ہوں، تو اس صورت میں بیوہ کی عدت کب سے شروع ہو گی؟

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اَلْجَوَابُ بِعَوْنِ الْمَلِكِ الْوَهَّابِ اَللّٰهُمَّ هِدَايَةَ الْحَقِّ وَالصَّوَابِ

عدتِ وفات کا تعلق چونکہ وفات سے ہے تو شوہر کے انتقال کے وقت سے ہی عدت شروع ہو جاتی ہے، لہذا پوچھی گئی صورت میں بیرونِ ملک جس وقت شوہر کا انتقال ہوا، اسی وقت سے بیوہ کی عدت شروع ہو جائے گی اور اس پر عدت کے تمام احکام اور پابندیاں لازم ہو جائیں گی۔

عدتِ وفات کی ابتداء وفات کے وقت سے ہو گی۔ جیسا کہ فتاوی عالمگیری وغیرہ کتبِ فقہیہ میں مذکور ہے: "ابتداء العدة في الطلاق عقيب الطلاق **وفي الوفاة عقيب الوفاة**، فإن لم تعلم بالطلاق أو الوفاة حتى مضت مدة العدة فقد انقضت عدتها كذا في الهداية۔ وإن شكت في وقت موته فتعتد من حين تستيقن بموته كذا في العتابية۔" یعنی طلاق کی عدت طلاق کے بعد اور وفات کی عدت وفات کے بعد شروع ہو گی، پس اگر عورت کو طلاق یا وفات کا علم ہی نہ ہوا یہاں تک کہ عدت کی مدت گزر گئی تو اس عورت کی عدت بھی ختم ہو جائے گی، جیسا کہ ہدایہ میں مذکور ہے۔ اور اگر عورت کو شوہر کی موت کے وقت میں شک ہو تو وہ اس وقت سے عدت میں بیٹھے گی جب اُسے موت کا یقین ہو جائے، جیسا کہ عتابیہ میں مذکور ہے۔ (الفتاوی الهندية، كتاب الطلاق، ج 01، ص 532-531، مطبوعہ بیروت)

العنایۃ شرح الهدایۃ میں ہے: "(وفي الوفاة عقيب الوفاة) لأن سبب وجوب العدة الطلاق أو الوفاة (فيعتبر ابتداؤها من وقت وجود السبب) فإن لم تعلم بالطلاق أو الوفاة حتى مضت مدة العدة فقد انقضت عدتها۔" یعنی عدتِ وفات، وفات کے بعد شروع ہوتی ہے کیونکہ عدت کا سبب طلاق یا وفات ہے، لہذا

سبب کے پائے جانے کے وقت سے عدت کی ابتداء ہو گی۔ پس اگر عورت کو طلاق یا وفات کا علم ہی نہ ہوا یہاں تک کہ عدت کی مدت گزر گئی تو اس عورت کی عدت بھی ختم ہو جائے گی۔(العنایۃ شرح الھدایۃ، کتاب الطلاق، ج04، ص329، دار الفکر)

سیدی اعلیٰ حضرت علیہ الرحمہ ایک سوال کے جواب میں ارشاد فرماتے ہیں: ''غیر حاملہ بیوہ کی عدت اگر خاوند کسی مہینے کی پہلی شب یا پہلی تاریخ میں مرا اگرچہ عصر کے وقت، چار مہینے دس دن ہیں یعنی چار ہلال اور ہو کر اس پانچویں ہلال پر **وقت وفات شوہر کے اعتبار سے** دس دن کامل اور گزر جائیں اور پہلی تاریخ کے سوا اور کسی تاریخ میں مرا تو ایک سو تیس (130) دن کامل لئے جائیں۔''(فتاوی رضویہ، ج13، ص294-295، رضافاؤنڈیشن، لاہور)

بہار شریعت میں ہے: ''نکاح زائل ہونے یا شبہہ نکاح کے بعد عورت کا نکاح سے ممنوع ہونا اور ایک زمانہ تک انتظار کرنا عدت ہے۔ **نکاح زائل ہونے کے بعد اُس وقت عدت ہے کہ شوہر کا انتقال ہوا ہو۔**''(بہارشریعت، ج02، ص234، مکتبۃ المدینہ، کراچی)

وَاللهُ اَعْلَمُ عَزَّوَجَلَّ وَرَسُوْلُه اَعْلَم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

عدتِ وفات کے بعد عورت کا زیور پہننا

مجیب: ابو محمد مفتی علی اصغر عطاری مدنی

فتوی نمبر: Nor-13288

تاریخ اجراء: 13 شعبان المعظم 1445ھ / 24 فروری 2024ء

دارالافتاء اہلسنت

(دعوت اسلامی)

سوال

کیا فرماتے ہیں علمائے کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ کیا عورت عدتِ وفات گزارنے کے بعد زیورات پہن سکتی ہے؟

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اَلْجَوَابُ بِعَوْنِ الْمَلِكِ الْوَهَّابِ اَللّٰهُمَّ هِدَایَةَ الْحَقِّ وَ الصَّوَابِ

مسلمانوں میں ہندوؤں سے میل جول کی وجہ سے بہت سی غلط رسموں کا چلن ہو گیا ہے، ان ہی میں سے ایک رسم یہ بھی ہے کہ جس عورت کا شوہر فوت ہو جائے تو اب ساری زندگی اس پر سوگ لازم ہے، نہ وہ نکاح کر سکتی ہے اور نہ ہی ساری زندگی کسی قسم کی زیب و زینت اپنا سکتی ہے۔ اسی طرح کا رواج زمانۂ جاہلیت میں بھی تھا کہ بیوہ عورتیں بعدِ عدت بھی زیب و زینت اختیار نہیں کر سکتی تھیں، جبکہ دینِ اسلام نے اعتدال کے ساتھ عدت کے مکمل احکام بیان کرتے ہوئے عورتوں پر ہونے والے اس ظلم کو ختم کیا۔

اسلامی تعلیمات کے مطابق بیوہ عورت کو عدتِ وفات کے دوران، اسی طرح جس عورت کو تین طلاقیں یا طلاقِ بائن ہو جائے، اس پر دورانِ عدت سوگ کرنا واجب ہے، جس کے پیشِ نظر عورت پر لازم ہوتا ہے کہ وہ ہر طرح کی زینت کو ترک کر دے مثلاً کسی قسم کے زیور یہاں تک کہ انگوٹھی، چھلا وغیرہ، مہندی، سرمہ، نئے کپڑے یا بدن پر خوشبو وغیرہ کا استعمال، بلا ضرورتِ شرعی تیل لگانا، کنگھا کرنا، ریشم کا کپڑا پہننا چھوڑ دے۔ البتہ جب عدت مکمل ہو جائے تو اب اس کے لئے شریعت کی حدود میں رہتے ہوئے نکاح کرنا، زیب و زینت اختیار کرنا، زیوارت پہننا بالکل جائز ہے کہ یہی قرآن کریم سے ماخوذ حکمِ شریعت ہے، بلا وجہِ شرعی اس سے روکنا احکامِ شریعت سے جہالت ہے۔

واضح رہے کہ بعدِ عدت بناؤ سنگھار اور فیشن اختیار کرنے کا وہ طریقہ جو شرعاً ناجائز ہو وہ ناجائز ہی رہے گا۔

اللہ رب العالمین ارشاد فرماتا ہے: ”فَاِذَا بَلَغْنَ اَجَلَهُنَّ فَلَا جُنَاحَ عَلَیْكُمْ فِیْمَا فَعَلْنَ فِیْۤ اَنْفُسِهِنَّ بِالْمَعْرُوْفِؕ وَ اللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ خَبِیْرٌ“ ترجمہ کنز الایمان: توجب ان کی عدت پوری ہو جائے تو اے والیو! تم پر مُواخذہ نہیں اس کام میں جو عورتیں اپنے معاملہ میں موافق شرع کریں اور اللہ کو تمہارے کاموں کی خبر ہے۔ (سورۂ بقرہ، آیت 234)

تفسیر ابی سعود میں ہے: ”فإذا بلغن أجلهن أي انقضت عدتهن فلا جناح عليكم ايها الحكام والمسلمون جميعا فيما فعلن في انفسهن من التزين والتعرض للخطاب وسائر ما حرم على المعتدة بالمعروف بالوجه الذي لا ينكره الشرع“ یعنی جب ان کی عدت پوری ہو جائے، اے حکام اور مسلمانو! تم میں سے کسی پر کوئی گناہ نہیں اس کام میں جو عورتیں خود زینت اختیار کریں یا کسی کو نکاح کا پیغام بھیجیں اور وہ تمام کام جو معتدہ پر حرام تھے بشرطیکہ ایسے طریقہ پر ہوں جس سے شریعت نے منع نہ کیا ہو۔ (تفسیر ابی سعود، جلد 1، صفحہ 232، دار احیاء التراث العربی، بیروت)

تفسیر سمرقندی میں ہے: ”(فَاِذَا بَلَغْنَ اَجَلَهُنَّ) يعني انقضت عدتهن (فَلَا جُنَاحَ عَلَیْكُمْ) أي فلا أثم عليكم (فِیْمَا فَعَلْنَ فِیْۤ اَنْفُسِهِنَّ) من الزينة والكحل والخضاب وذلك أن المرأة إذا انقضت عدتها فكان أولياؤها يمنعونها من الزينة فأباح الله تعالى لهن الزينة بعد العدة“ یعنی جب ان کی عدت پوری ہو جائے، تو تم پر کوئی گناہ نہیں اس کام میں جو عورتیں کریں یعنی زینت کرنا، سرمہ لگانا، مہندی لگانا۔ اس آیت کے نازل ہونے کی وجہ یہ تھی کہ جب عورت کی عدت پوری ہو جاتی، تو اس کے اولیا اس کو زینت سے منع کیا کرتے تھے، لہٰذا اللہ تعالیٰ نے عورتوں کے لئے بعدِ عدت زینت کو مباح قرار دے دیا۔ (تفسیر سمرقندی، جلد 1، صفحہ 180، دار الفکر، بیروت)

مشہور مفسر مفتی احمد یار خان نعیمی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: ”ما سے ساری وہ چیزیں مراد ہیں جو عدت میں عورتوں پر حرام ہو گئیں تھیں یعنی عدت پوری ہو چکنے پر عورتیں بناؤ، سنگھار یا دوسرا نکاح، گھر سے نکلنا وغیرہ جو کچھ بھی کریں، اس میں اے حاکمو! تم پر کوئی گناہ نہیں مگر بالمعروف یہ فعلن کے فاعل کا حال ہے اور اس سے جائز کام مراد ہیں یعنی جو جائز چیزیں عدت کی وجہ سے اس پر حرام ہو گئیں تھیں وہ سب کر سکتی ہیں، ناجائز کام جو عدت سے پہلے بھی حرام تھے وہ اب بھی حرام ہیں“ (تفسیرِ نعیمی، جلد 2، صفحہ 493، نعیمی کتب خانہ، گجرات)

وَاللّٰهُ اَعْلَمُ عَزَّوَجَلَّ وَرَسُوْلُه اَعْلَم صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّم

عدتِ وفات میں عورت کا سفید کپڑوں کے علاوہ کپڑے پہننا اور کنگھی کرنا کیسا؟

ریفرنس نمبر:Nor-9748 تاریخ:27-01-2019

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرعِ متین اس مسئلے کے بارے میں کہ ہمارے خاندان میں رائج ہے کہ عورت عدت وفات میں صرف سفید کپڑے پہنتی ہے، کیا واقعی عورت کے لیے صرف سفید کپڑے پہننے کا حکم ہے؟ نیز عدت میں کنگھی کرنا، جائز ہے یا نہیں؟

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الجواب بعون الملک الوھاب اللھم ھدایۃ الحق والصواب

عدت والی عورت کے لیے صرف سفید کپڑے پہننا ضروری نہیں، دوسرے رنگ کے کپڑے بھی پہن سکتی ہے، مگر سرخ وغیرہ وہ رنگ جو زینت کے طور پر پہنے جاتے ہیں، ان سے بچنا واجب ہے۔ نیز بلا ضرورت شرعی کسی بھی رنگ کے نئے کپڑے نہیں پہن سکتی۔

عدت میں کنگھی کرنا، جائز نہیں، البتہ اگر کوئی عذر مثلاً سر میں درد ہو، تو زینت کی نیت کے بغیر کنگھی کرنے کی اجازت ہے، مگر جس طرف موٹے دندانے ہیں، اس طرف سے کنگھی کرے، باریک دندانوں والی سائیڈ سے کنگھی نہیں کر سکتی۔

فتاوی ہندیہ میں ہے:"والحداد الاجتناب عن الطیب والدھن والکحل والحناء والخضاب ولبس المطیب والمعصفر والثوب الاحمر ۔۔۔ ولبس الحلی والتزین والامتشاط کذا فی التتارخانیۃ ، قال شمس الائمۃ المراد من الثیاب المذکورۃ ما کان جدیدا منھا تقع بہ الزینۃ، اما اذا کان خلقا لا تقع بہ الزینۃ فلا باس بہ کذا فی المحیط ۔۔۔ وانما یلزمھا الاجتناب فی حالۃ الاختیار، اما فی حالۃ الاضطرار فلا باس بھا"ترجمہ: سوگ خوشبو، تیل، سرمہ، مہندی، خضاب لگانے، نئے، معصفر اور سرخ کپڑے پہننے، نیز زیور پہننے، زینت اختیار کرنے

اور **کنگھی کرنے سے بچنے کا نام ہے**، جیسا کہ تاتار خانیہ میں ہے۔ امام شمس الائمہ نے فرمایا کہ مذکورہ کپڑوں سے مراد نئے کپڑے ہیں، جن سے زینت اختیار کی جاتی ہے، اگر دھلے ہوئے ہوں، جن سے زینت اختیار نہ کی جاتی ہو، اس کو پہننے میں کوئی حرج نہیں۔ جیسا کہ محیط میں ہے۔۔۔ ان سب چیزوں سے بچنا اختیار کی حالت میں ہے، مجبوری کی حالت میں کوئی حرج نہیں۔

(ملتقطاًاز فتاوی عالمگیری، کتاب الطلاق، الباب الرابع عشر، ج1، ص533، مطبوعہ پشاور)

عذر کی صورت میں موٹے دندانے والی سائیڈ سے کنگھی کرنے کے جواز سے متعلق ردالمحتار میں ہے: ”فان کان وجع بالعین فتکتحل او حکۃ فتلبس الحریر او تشتکی راسھا فتدھن و تمشط بالاسنان الغلیظۃ المتباعدۃ من غیر ارادۃ الزینۃ لان ھذا تداو لا زینۃ“ ترجمہ: اگرآنکھ میں درد ہے، تو سرمہ لگا سکتی ہے، خارش ہو تو ریشم پہن سکتی ہے، سر میں درد ہو تو تیل لگانااور موٹے دندانے والی سائیڈ سے زینت کے ارادے کے بغیر کنگھی کرنا، جائز ہے، کیونکہ یہ بطور دوا ہے، بطور زینت نہیں۔

(ردالمحتار مع الدرالمختار، کتاب الطلاق، باب العدۃ، ج5، ص222، مطبوعہ کوئٹہ)

جس رنگ سے زینت ہوتی ہو، ان رنگوں کو عدت والی عورت استعمال نہیں کر سکتی۔ جیسا کہ فتاوی رضویہ میں ہے: ”عدت میں عورت کو یہ چیزیں منع ہیں، ہر قسم کا گہنا، یہاں تک کہ انگوٹھی چھلا بھی، مہندی، سرمہ، عطر، ریشمی کپڑا، ہار، پھول، بدن یا کپڑے میں کسی قسم کی خوشبو، سر میں کنگھی کرنا اور اگر مجبوری ہو تو موٹے دندانوں کی کنگھی کرے جس سے فقط بال سلجھالے، پٹی نہ جھکالے، پھلیل، میٹھا تیل، کسم کیسر کے رنگے کپڑے، **یونہی ہر رنگ جس سے زینت ہوتی ہو اگرچہ پڑیا گیروکا**، چوڑیاں اگرچہ کانچ کی، غرض ہر قسم کا سنگار ختم عدت تک منع ہے۔“

(فتاوی رضویہ، ج13،، ص331، رضافاؤنڈیشن، لاھور)

بہار شریعت میں ہے: ”سوگ کے یہ معنی ہیں کہ زینت کو ترک کرے یعنی ہر قسم کے زیور چاندی سونے جواہر وغیرہا کے اور ہر قسم اور ہر رنگ کے ریشم کے کپڑے، اگرچہ سیاہ ہوں، نہ پہنے اور خوشبو کا بدن یا کپڑوں میں استعمال نہ کرے اور نہ تیل کا استعمال کرے، اگرچہ اس میں خوشبو نہ ہو، جیسے روغن زیتون اور **کنگھا کرنا** اور سیاہ سرمہ لگانا، یوہیں سفید خوشبودار سرمہ لگانا اور مہندی لگانا اور **زعفران یا کسم یا گیرو کا رنگا ہوا یا سرخ رنگ کا کپڑا پہننا منع ہے، ان سب چیزوں کا ترک واجب ہے، یوہیں پڑیا کا رنگ گلابی، دھانی، چمپئی اور طرح طرح کے رنگ جن میں تزین ہوتا ہے، سب کو**

ترک کرے۔ جس کپڑے کا رنگ پرانا ہو گیا کہ اب اس کا پہننا زینت نہیں، اسے پہن سکتی ہے یوہیں سیاہ رنگ کے کپڑے میں بھی حرج نہیں، جبکہ ریشم کے نہ ہوں۔ عذر کی وجہ سے ان چیزوں کا استعمال کر سکتی ہے، مگر اس حال میں اس کا استعمال زینت کے قصد سے نہ ہو۔۔۔ درد سر کے وقت کنگھا کر سکتی ہے، مگر اس طرف سے جدھر کے دندانے موٹے ہیں، ادھر سے نہیں جدھر باریک ہوں کہ یہ بال سنوارنے کے لیے ہوتے ہیں اور یہ ممنوع۔"

(بہار شریعت، ج2، ص242، مکتبۃ المدینہ، کراچی)

واللہ اعلم عزوجل **ورسولہ اعلم** صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم

کتبـــــــــــــــــــہ

مفتی ابو محمد علی اصغر عطاری مدنی

20 جمادی الاولیٰ 1440ھ/27 جنوری 2019ء

عدتِ وفات واجب ہے یا نہیں؟

مجیب: مولانا محمد سجاد عطاری مدنی

فتوی نمبر: WAT-2512

تاریخ اجراء: 18 شعبان المعظم 1445ھ / 29 فروری 2024ء

دارالافتاء اہلسنت

(دعوت اسلامی)

سوال

وفات کی عدت بیوی پر واجب ہے یا اسے اختیار ہے عدت گزارے یا نہ گزارے؟

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اَلْجَوَابُ بِعَوْنِ الْمَلِكِ الْوَهَّابِ اَللّٰهُمَّ هِدَايَةَ الْحَقِّ وَ الصَّوَاب

طلاق کی عدت کی طرح وفات کی عدت بھی عورت پر واجب ہے، اگر کسی عورت نے عدت نہ گزاری یا عدت کی پابندیوں کا لحاظ نہ کیا تو وہ سخت گنہگار ہو گی۔

چنانچہ رب تبارک وتعالی ارشاد فرماتا ہے: ''وَ الَّذِیْنَ یُتَوَفَّوْنَ مِنْكُمْ وَ یَذَرُوْنَ اَزْوَاجًا یَّتَرَبَّصْنَ بِاَنْفُسِهِنَّ اَرْبَعَةَ اَشْهُرٍ وَّ عَشْرًا ۚ فَاِذَا بَلَغْنَ اَجَلَهُنَّ فَلَا جُنَاحَ عَلَیْكُمْ فِیْمَا فَعَلْنَ فِیْۤ اَنْفُسِهِنَّ بِالْمَعْرُوْفِ ؕ وَ اللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ خَبِیْرٌ ۔ ''ترجمہ: اور تم میں سے جو مر جائیں اور بیویاں چھوڑیں تو وہ بیویاں چار مہینے اور دس دن اپنے آپ کو روکے رہیں تو جب وہ اپنی (اختتامی) مدت کو پہنچ جائیں تو اے والیو! تم پر اس کام میں کوئی حرج نہیں جو عورتیں اپنے معاملہ میں شریعت کے مطابق کر لیں اور اللہ تمہارے کاموں سے خبردار ہے۔ (پارہ2، سورہ بقرہ، آیت 234)

اس آیت کریمہ کے تحت تفسیر صراط الجنان میں ہے: ''یہاں آیت میں فوت شدہ آدمی کی بیوی کی عدت کا بیان ہے کہ فوت شدہ کی بیوی کی عدت 4 ماہ 10 دن ہے۔ یہ اس صورت میں ہے جب شوہر کا انتقال چاند کی پہلی تاریخ کو ہوا ہو ورنہ عورت 130 دن پورے کرے گی۔ وفات کی عدت گزارنا بیوی پر مطلقاً لازم ہے خواہ جوان ہو یا بوڑھی یا نابالغہ، یونہی عورت کی رخصتی ہوئی ہو یا نہ ہوئی ہو۔ مزید تفصیل کیلئے بہارِ شریعت حصہ 8 کا مطالعہ کریں۔'' (صراط الجنان، جلد 01، صفحہ 359، مکتبۃ المدینہ، کراچی)

عدتِ وفات کے متعلق مجمع الانہر میں ہے ''(و) عدة الحرة مؤمنة أو كافرة تحت مسلم **صغيرة أو كبيرة** ولو غير مخلوبها (للموت في نكاح صحيح أربعة أشهر وعشرة أيام)'' یعنی آزاد عورت جو نکاح صحیح کے

ذریعے مسلمان کی بیوی ہو، اس کی عدت وفات چار ماہ دس دن ہے اگرچہ بیوی مؤمنہ ہو یا کتابیہ، چھوٹی ہو یا بڑی ہو اگر چہ کہ اس کے ساتھ خلوت نہ کی گئی ہو۔(مجمع الانھر، باب العدۃ، ج02، ص144-143، مطبوعہ کوئٹہ)

سیدی اعلیٰ حضرت علیہ الرحمہ سے سوال ہوا کہ "متوفیہ الزوج مدخولہ ہو یا غیر مدخولہ شرعاً اس کے لئے عدت ہے یا نہیں؟" اس کے جواب میں فرمایا: "وفات کی عدت عورت غیر حامل پر مطلقاً چار مہینے دس دن ہے خواہ صغیرہ ہو یا کبیرہ، مدخولہ ہو یا غیر مدخولہ۔" (فتاوی رضویہ، ج13، ص293، رضا فاؤنڈیشن، لاہور، ملخصاً)

وَاللّٰہُ اَعْلَمُ عَزَّوَجَلَّ وَرَسُوْلُہ اَعْلَم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

عورت عدت کے دوران اپنے داماد سے فون پر بات کر سکتی ہے یا نہیں؟

مجیب: ابو محمد مفتی علی اصغر عطاری مدنی

فتوی نمبر: Nor-13005

تاریخ اجراء: 06 ربیع الاول 1445ھ / 23 ستمبر 2023ء

دار الافتاء اہلسنت

(دعوت اسلامی)

سوال

کیا فرماتے ہیں علمائے کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ کیا عورت دورانِ عدت اپنے داماد سے فون پر بات کر سکتی ہے؟

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اَلْجَوَابُ بِعَوْنِ الْمَلِكِ الْوَهَّابِ اَللّٰهُمَّ هِدَايَةَ الْحَقِّ وَالصَّوَابِ

شرعی مسئلہ ذہن نشین رہے کہ عورت کا عدت سے پہلے جن لوگوں سے پردہ فرض تھا تو دورانِ عدت بھی انہی لوگوں سے پردہ کرنا فرض ہے، اور جن لوگوں سے پردہ کرنا عورت پر عدت سے پہلے فرض نہیں تھا تو دورانِ عدت بھی ان لوگوں سے پردہ کرنا فرض نہیں۔

اب جبکہ داماد محرم ہے، ساس کا اپنے داماد سے پردہ نہیں ہے، لہٰذا دورانِ عدت عورت اپنے داماد سے فون پر بات کر سکتی ہے۔ البتہ فقہائے کرام کی تصریحات کے مطابق ساس اگر جوان ہو تو کچھ چیزوں میں احتیاط کی حاجت ہو گی مثلاً سفر کرنا، خلوت اختیار کرنا وغیر ذالک۔

داماد کے لیے ساس محرم ہے۔ چنانچہ ارشادِ باری تعالیٰ ہے: "اُمَّهٰتُ نِسَآىٕكُمْ" ترجمہ کنزالایمان: (حرام ہوئیں تم پر) عورتوں کی مائیں۔ (القرآن الکریم، پارہ 04، سورۃ النساء، آیت نمبر 23)

فتاوٰی ہندیہ میں ہے: "(القسم الثاني المحرمات بالصهرية)۔ وهي أربع فرق: (الأولى) أمهات الزوجات وجداتهن من قبل الأب والأم وإن علون" یعنی محرمات کی دوسری قسم سسرالی رشتے سے حرام عورتیں ہیں اور یہ چار گروہ ہیں۔ ان میں سے پہلے گروہ میں بیویوں کی مائیں اور دادیاں نانیاں اوپر تک داخل ہیں۔

(فتاوٰی عالمگیری، کتاب النکاح، ج 01، ص 274، دار الفکر، بیروت)

فتاوٰی رضویہ میں ہے: ”ساس پر داماد مطلقاً حرام ہے اگرچہ اس کی بیٹی کی رخصت نہ ہوئی ہو اور قبل رخصت مر گئی ہو، قال اللہ تعالٰی: وامھات نسائکم (اور تمھاری بیویوں کی مائیں تم پر حرام ہیں)۔“ (فتاوی رضویہ، ج11، ص439، رضا فاؤنڈیشن، لاہور)

عورت کا محارم سے پردہ نہیں جیسا کہ فتاوٰی رضویہ میں ہے: ”ضابطہ کلیہ ہے کہ نامحرموں سے پردہ مطلقاً واجب؛ اور محارم نسبی سے پردہ نہ کرنا واجب، اگر کرے گی گنہگار ہوگی؛ اور محارم غیر نسبی مثل علاقہ مصاہرت ورضاعت ان سے پردہ کرنا اور نہ کرنا دونوں جائز۔ مصلحت وحالت پر لحاظ ہوگا۔ اسی واسطے علماء نے لکھا ہے کہ جوان ساس کو داماد سے پردہ مناسب ہے۔ یہی حکم خسر اور بہو کا“ (فتاوی رضویہ، ج22، ص240، رضافاؤنڈیشن، لاہور)

جوان ساس سے پردہ کرنا، مناسب ہے۔ جیسا کہ فتاوٰی رضویہ میں ہے: ”علاقہ صہر ہو جیسے خسر، ساس، داماد، بہو، ان سب سے نہ پردہ واجب نہ نادرست ہے۔ کرنا نہ کرنا دونوں جائز اور بحالت جوانی یا احتمال فتنہ پردہ کرنا ہی مناسب۔“ (فتاوی رضویہ، ج22، ص235، رضافاؤنڈیشن، لاہور)

عدت میں عورت کا کن لوگوں سے پردہ ہے اور کن سے نہیں؟ اس حوالے سے مفتی اعظم پاکستان حضرت علامہ مفتی محمد وقارالدین علیہ الرحمہ فرماتے ہیں: ”**قبلِ عدت جن سے پردہ فرض تھا، دورانِ عدت بھی ان سے پردہ کرنا فرض ہے۔ اور جن لوگوں سے عدت سے پہلے پردہ کرنا فرض نہیں تھا ان سے عدت میں بھی پردہ کرنا فرض نہیں۔**“ (وقارالفتاوی، ج03، ص212، بزم وقارالدین)

وَاللہُ اَعْلَمُ عَزَّوَجَلَّ وَرَسُوْلُہ اَعْلَم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

عورت کی عدت کا ایک اہم مسئلہ

مجیب: مولانا فراز مدنی زید مجدہ

مصدق: مفتی علی اصفر صاحب مدظلہ العالی

تاریخ اجراء: ماہنامہ فیضان مدینہ ربیع الآخر 1442ھ

دارالافتاء اہلسنت

(دعوت اسلامی)

سوال

کیا فرماتے ہیں علمائے کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک شخص نے دو شادیاں کی تھیں، دونوں بیویوں کو اس نے الگ الگ گھر لے کے دیا ہوا تھا، دونوں بیویاں اپنے بچّوں کے ساتھ اسی الگ الگ گھر میں ہی رہتی تھیں، البتہ شوہر دوسری بیوی کے پاس رہتا تھا۔ اب شوہر کا انتقال ہو گیا ہے تو پہلی بیوی چاہتی ہے کہ چونکہ میرا شوہر دوسری بیوی کے پاس رہتا تھا لہٰذا دوسری بیوی کے گھر جا کر عدت گزارے، کیا اس کی اجازت ہو گی یا نہیں؟ دونوں کا گھر زیادہ دور نہیں ہے، اور کوئی جھگڑا بھی نہیں ہے، دوسری بیوی بھی اس بات پر راضی ہے کہ پہلی بیوی اس کے گھر میں آ کر عدت گزارے۔

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

اَلۡجَوَابُ بِعَوۡنِ الۡمَلِکِ الۡوَھَّابِ اَللّٰھُمَّ ھِدَایَۃَ الۡحَقِّ وَالصَّوَابِ

پوچھی گئی صورت میں ہر بیوی اسی گھر میں عدت گزارے گی جو گھر شوہر نے اسے رہائش کیلئے دیا ہوا تھا۔ شوہر اگرچہ دوسری بیوی کے پاس رہتا تھا، مگر اس نے پہلی بیوی کو رہائش کیلئے الگ گھر لے کے دیا تھا تو پہلی بیوی اپنی رہائش والے گھر میں ہی عدت گزارے گی، دوسری بیوی کے گھر میں جا کر عدت گزارنے کی اجازت نہیں ہے، شرعاً یہ اس کیلئے ناجائز و گناہ ہو گا۔

اللہ تعالیٰ قرآن مجید میں ارشاد فرماتا ہے: ﴿لَا تُخۡرِجُوۡھُنَّ مِنۡۢ بُیُوۡتِھِنَّ وَ لَا یَخۡرُجۡنَ اِلَّاۤ اَنۡ یَّاۡتِیۡنَ بِفَاحِشَۃٍ مُّبَیِّنَۃٍ﴾ ترجمۂ کنز الایمان: عدت میں انہیں ان کے گھروں سے نہ نکالو، اور نہ وہ آپ نکلیں مگر یہ کہ کوئی صریح بے حیائی کی بات لائیں۔

(پ28، الطلاق: 1)

اس آیت کی تفسیر میں تفسیرات احمدیہ میں ہے: ''بُیُوۡتِھِنَّ'' کے لفظ میں صراحت ہے کہ یہاں عورتوں کے گھروں سے مراد وہ گھر ہیں جس میں ان عورتوں کی رہائش ہو، لہٰذا اس آیت کی وجہ سے عورت پر لازم ہے کہ طلاق یا شوہر کی موت کے وقت، عدت اسی گھر میں گزارے گی جو گھر عورت کی رہائش کی وجہ سے عورت کی طرف منسوب ہو۔

(تفسیرات احمدیہ، ص496)

وَاللّٰہُ اَعۡلَمُ عَزَّوَجَلَّ وَرَسُوۡلُہٗ اَعۡلَم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیۡہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

بیوہ اگر حاملہ ہو تو اس کی عدت کیا ہے؟

مجیب: مفتی محمد ہاشم خان عطاری مدنی

تاریخ اجراء: ماہنامہ فیضان مدینہ جولائی 2021ء

دارالافتاء اہلسنت

(دعوت اسلامی)

سوال

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس بارے میں کہ ہمارے ایک عزیز کا ایک ہفتہ پہلے انتقال ہوا ہے، جب وہ فوت ہوئے تو ان کی زوجہ امید سے تھیں اور حمل کے آخری ایام چل رہے تھے یعنی نو ماہ سے چند دن کم کا حمل تھا ، اب ایک ہفتے بعد ہی ان کے ہاں بچے کی ولادت ہو گئی ہے، تو اس صورت میں کیا بیوہ کی عدت پوری ہو گئی ہے یا پھر انہیں مزید عدت کے ایام گزارنے ہوں گے؟

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اَلْجَوَابُ بِعَوْنِ الْمَلِکِ الْوَهَّابِ اَللّٰهُمَّ هِدَايَةَ الْحَقِّ وَالصَّوَابِ

پوچھی گئی صورت میں بیوہ کی عدت پوری ہو گئی ہے، کیونکہ حاملہ عورتوں کی عدت وضعِ حمل (بچہ جننے) تک ہوتی ہے، خواہ عدت ہو یا وفات طلاق کی کی، ان کی عدت کے لئے کوئی خاص مدت مقرر نہیں ہے، لہٰذا طلاق واقع ہونے یا شوہر کی وفات کے چند دن، بلکہ چند لمحات کے بعد بھی بچے کی ولادت ہو جائے، تو عورت کی عدت پوری ہو جائے گی۔

وَاللہُ اَعْلَمُ عَزَّوَجَلَّ وَرَسُوْلُہ اَعْلَم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

طلاق یافتہ، اور بیوہ عورت کی عدت کتنی ہے؟

مجیب: مفتی فضیل صاحب مدظلہ العالی

فتوی نمبر: Kan:12236

تاریخ اجراء: 25 جمادی الثانی 1438ھ/25 مارچ 2017ء

دَارُالاِفْتَاء اَہلسُنَّت

(دعوت اسلامی)

سوال

کیا فرماتے ہیں علمائے کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ

(1) طلاق یافتہ عورت کی عدت کتنی ہوتی ہے؟

(2) جس کا شوہر فوت ہو جائے اس کی عدت کتنی ہے؟

سائل: صغیر عطاری (صدر، کراچی)

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اَلْجَوَابُ بِعَوْنِ الْمَلِكِ الْوَهَّابِ اَللّٰهُمَّ هِدَايَةَ الْحَقِّ وَالصَّوَابِ

(1) نکاحِ صحیح کے بعد ہمبستری یا خلوتِ صحیحہ ہو تو مختلف عورتوں کی عدت مختلف ہے جس کی تفصیل مندرجہ ذیل ہے۔

اگر عورت حیض والی ہے تو اس کی عدت تین مکمل حیض ہے۔

اگر کم عمری یا بڑی عمر (یعنی پچپن برس عمر) کی وجہ سے حیض نہیں آتا یا عمر کے حساب سے بالغہ ہوئی اور ابھی تک حیض نہیں آیا تو عدت تین مہینے ہے۔ اگر قمری مہینے کی پہلی تاریخ کو طلاق ہوئی تو تین مہینے عدت ہے خواہ تیس کے ہوں یا انتیس کے، اور اگر پہلی تاریخ کے علاوہ طلاق ہوئی تو 90 دن عدت ہوگی۔

اگر حاملہ ہے تو عدت بچہ جننے تک ہے اگرچہ طلاق کے کچھ دیر بعد ہی بچہ پیدا ہو جائے۔

یاد رہے اگر فقط نکاح ہوا ہو اور ہمبستری یا خلوتِ صحیحہ نہیں ہوئی تو طلاق یافتہ کی کوئی عدت نہیں۔

(2) جس کا شوہر فوت ہو جائے تو اس کی عدت چار ماہ دس دن ہے، موت کی عدت کے لیے فقط نکاحِ صحیح ہونا کافی ہے دخول ہوا ہو یہ نہ ہوا ہو، عورت بالغہ ہو یا نابالغہ بہر صورت اس کی عدت چار ماہ دس دن ہے۔ ہاں اگر قمری مہینے کی پہلی تاریخ کو انتقال ہو تو چار مہینے اور دس دن عدت ہے مہینے خواہ تیس کے ہوں یا انتیس کے۔ اور اگر پہلی تاریخ کے علاوہ انتقال ہو تو عدت مکمل 130 دن ہوگی۔

اور اگر عورت حاملہ ہے تو اس کی عدت بچہ جننے تک ہے۔

نوٹ: عدت کے تفصیلی احکام معلوم کرنے کے لیے بہار شریعت حصہ 8 سے "عدت کا بیان" ملاحظہ فرمائیں۔

وَاللّٰہُ اَعْلَمُ عَزَّوَجَلَّ وَرَسُوْلُہٗ اَعْلَم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

عدت کے دوران عمرہ پر جانا

مجیب: ابوحفص مولانا محمد عرفان عطاری مدنی

فتوی نمبر: WAT-2030

تاریخ اجراء: 10 ربیع الاول 1445ھ / 27 ستمبر 2023ء

دار الافتاء اہلسنت

(دعوت اسلامی)

سوال

اگر کسی کے شوہر کی وفات ہو جائے اور وفات سے پہلے شوہر نے بیوی سمیت پوری فیملی کے عمرہ پر جانے کی ترکیب بنائی ہو جس کا ویزہ بھی لگ گیا ہو اور ائیر ٹکٹ بھی آگئی ہو اور عمرہ پر جانے سے پہلے شوہر انتقال کر جائے تو کیا اس صورت میں عورت عدت کی حالت میں عمرہ کی ادائیگی کیلئے جاسکتی ہے جبکہ اس کے ساتھ، بالغ بچے بھی ہوں؟

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اَلْجَوَابُ بِعَوْنِ الْمَلِكِ الْوَهَّابِ اَللّٰهُمَّ هِدَايَةَ الْحَقِّ وَالصَّوَابِ

عورت کو عدت کے دوران، بغیر ضرورتِ شرعیہ گھر سے نکلنا، ناجائز و حرام ہے، چاہے یہ نکلنا محرم کے ساتھ ہی کیوں نہ ہو کہ بغیر شرعی ضرورت کے محرم کے ساتھ بھی گھر سے نکلنے کی اجازت نہیں۔ اب عدت کے اندر عمرہ کی ادائیگی کیلئے جانا کوئی شرعی ضرورت نہیں کہ اُس کیلئے عورت کو گھر سے نکلنے کی اجازت ہو، لہٰذا پوچھی گئی صورت میں وہ عورت عدت کے دوران، بالغ بچوں کے ساتھ بھی عمرہ کی ادائیگی کیلئے ہرگز نہیں جاسکتی، اگر جائے گی تو شرعاً گنہگار ہو گی۔

دورانِ عدت عورت کو اپنے گھر سے باہر نکلنے کی ممانعت سے متعلق، اللہ تعالی قرآن کریم میں ارشاد فرماتا ہے: ”لَا تُخْرِجُوْهُنَّ مِنْۢ بُیُوْتِهِنَّ وَ لَا یَخْرُجْنَ“ ترجمہ کنز العرفان: تم عورتوں کو (ان کی عدت میں) ان کے گھروں سے نہ نکالو اور نہ وہ خود نکلیں۔ (القرآن الکریم، پارہ 28، سورۃ الطلاق، آیت: 1)

ردالمحتار علی الدر المختار میں ہے: ”لا تخرج المعتدہ عن طلاق أو موت الا لضرورۃ“ ترجمہ: طلاق کی عدت یا شوہر کی وفات کی عدت گزارنے والی عورت، سوائے (کسی شرعی) ضرورت کے، گھر سے نہیں نکلے گی۔ (ردالمحتار علی الدر المختار، جلد 5، کتاب الطلاق، فصل فی الحداد، صفحہ 229، مطبوعہ کوئٹہ)

وَاللّٰهُ اَعْلَمُ عَزَّوَجَلَّ وَرَسُوْلُه اَعْلَم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

وفات کی عدت کے دوران اپنی بیٹی کی شادی میں شرکت کے لئے جانا

مجیب: ابو الحسن جمیل احمد غوری عطاری

فتوی نمبر: Web-871

تاریخ اجراء: 10 شعبان المعظم 1444ھ/03 مارچ 2023ء

دار الافتاء اہلسنت

(دعوت اسلامی)

سوال

ایک اسلامی بہن وفات کی عدت گزار رہی ہیں، ان کی پہلے شوہر سے ایک بیٹی ہے جس کی شادی ان کی عدت کے دوران ہی ہے، تو کیا یہ اسلامی بہن اپنی بیٹی کی شادی میں شریک ہونے کے لئے جا سکتی ہیں؟

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اَلْجَوَابُ بِعَوْنِ الْمَلِكِ الْوَهَّابِ اَللّٰهُمَّ هِدَايَةَ الْحَقِّ وَالصَّوَابِ

عورت کو دورانِ عدت گھر سے باہر جانے اور شادی میں شرکت کرنے کی اجازت نہیں بلکہ پوچھی گئی صورت میں تو سوگ بھی لازم ہے، شادی میں جانے والی عورت بن سنور کر جایا کرتی ہے اور طلاقِ بائن اور وفات کی عدت کے دوران عورت کو زینت کرنا جائز نہیں۔

سوگ کے یہ معنی ہیں کہ عورت زینت ترک کرے یعنی عدت کے دوران عدت گزارنے والی عورت کسی قسم کے زیورات نہیں پہن سکتی، خوشبو کا استعمال کپڑے یا بدن پر نہیں کر سکتی، اسی طرح تیل سے بالوں کو سنوار نہیں سکتی نہ ہی آنکھوں میں سرمہ لگا سکتی ہے۔ الغرض عدت کے دوران ہر طرح کی زینت اختیار کرنا، ناجائز ہے، مگر یہ کہ ضرورت کی وجہ سے ہو، مثلاً سر میں تیل نہ لگانے کی وجہ سے درد ہو، تو تیل لگانا یا آنکھوں میں درد ہو، تو سرمہ لگانا یوں ہی سر میں درد کی وجہ سے موٹے دندان والی طرف سے کنگھی کرنا وغیرہ کی شرعاً اجازت ہے جیسا کہ معتمد کتبِ فقہ میں موجود ہے۔ (جبکہ شادی میں جانا کوئی ضرورت نہیں۔)

وَاللّٰهُ اَعْلَمُ عَزَّوَجَلَّ وَرَسُوْلُه اَعْلَم صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّم